عمران سیریز

خاص نمبر

سلور جوبلی
درندہ



عمران سیریز

سلور جوبلی درندہ

مظہر کلیم

خاص نمبر

ناشر ــــــ محمد عمران
پریس ــــــ الامان پرنٹنگ پریس
قیمت ــــــ ۱۲/- روپے

روبی پبلی کیشنز اردو بازار، لاہور

سپرنٹنڈنٹ فیاض کے سامنے روزنامہ "تشہیر" کا پرچہ کھلا رکھا تھا۔ وہ اس اشتہار کو غالباً دسویں بار پڑھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اشتہار کا مضمون کچھ اس طرح سے تھا۔

اطلاعِ عام

منگہ علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (آکسن) یہ اطلاع دیتا ہے کہ میں نے عشق کی تھیوری پر ریسرچ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عشق کے جراثیم کنفیوشس پر بھی اثر انداز ہوئے تھے۔ ادھر کچھ دنوں سے عشق کے جراثیم مجھ پر بُری طرح حملہ آور ہو رہے ہیں۔
اشتہار ہذا متعلقین کو ہوشیار کرنے کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آوے۔۔"

"خدا تمہیں غارت کرے۔" فیاض دانت پیس کر بڑبڑایا۔
کچھ دیر وہ عمران کو کوستا رہا اور بڑبڑاتا رہا پھر کسی خیال سے چونک کر فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔
تیزی سے روزنامہ تشبیہ کے آفس نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور تھامے جواب کا انتظار کرنے لگا۔
دوسری طرف مسلسل گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ لیکن کوئی ریسیور نہ اٹھا رہا تھا۔ ریسیور پکڑے تین منٹ گذر گئے تو فیاض جھنجھلا کر بڑبڑایا۔
"نہ جانے کہاں مر گئے۔۔"
اسی دوران کسی نے دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا۔ فون اٹینڈ کرنے والے نے شاید فیاض کے فقرے کا آخری حصہ سن لیا تھا۔ اس نے دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔
"کتنے مر گئے جناب اور یہ خبر کہاں کی ہے۔"
"بکومت۔۔۔ میری باتوں کا جواب دو۔۔"
فیاض جو انتظار کرتے کرتے خاصا بور ہو چکا تھا۔ اس بات پر جھنجھلا کر چیخ اٹھا۔
"کون ہو تم۔۔؟" دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ بھی خوشگوار نہ تھا۔ فیاض کا جواب واقعی اس کے لئے غیر متوقع تھا۔
فیاض نے اپنی آواز کو مزید بھاری بناتے ہوئے اپنا تعارف کروا دیا۔

یہ سن کر کہ دوسری جانب سے سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہے۔ فون اٹینڈ کرنے والے کی جان ہی تو نکل گئی۔

"اوہ۔ جناب۔ جی... جناب۔" بولنے والے کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔ جسے فیاض نے محسوس کرکے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں پوچھتا ہوں مسٹر ایڈیٹر۔ یہ اخبارات نے عشق و محبت کی دلالی کب سے شروع کر دی۔؟"

"ج.... جی.... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا" دوسری طرف سے حیرت کا اظہار کیا گیا۔

"میں علی عمران کے اشتہار کے بارے میں ذکر کر رہا ہوں۔"

"اوہ۔!"

دوسری طرف سے بولنے والا ٹھنڈی سانس لے کر لمحہ بھر کے لئے خاموش ہو گیا۔ قدرے توقف کے بعد آواز دوبارہ سنائی دی۔

"میں اس اشتہار کے بارے میں کسی قسم کا جواب دینے سے معذور ہوں صاحب!"

"شاید تم نہیں جانتے کہ قانون اس قسم کی بے ہودگی کی اجازت نہیں دیتا۔"

فیاض کی آواز میں جھلاہٹ تھی۔

"بجا ارشاد ہے۔ لیکن اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔"

"تمہارا مطلب ہے اس سلسلے میں تم پر کوئی سرکاری دباؤ ہے جس کی وجہ سے تم زبان بندی پر مجبور ہو۔!"

"میں نے عرض کیا جناب کہ میں اس سلسلے میں ایک لفظ بھی بولنے سے قاصر ہوں ۔۔!"

بولنے والے کی آواز میں بیزاری محسوس کر کے فیاض کھوپڑی سے باہر ہو گیا۔

"میں سمجھ لوں گا تم سے بھی ۔۔!" فیاض نے دھاڑ کر کہا۔ اور ریسیور کو کریڈل میں پٹخ دیا۔

فون سے فارغ ہوا ہی تھا کہ چپڑاسی نے رحمان صاحب کا سلام کہا۔ وہ کیپ اٹھا کر برے برے منہ بناتا ہوا ان کے آفس کی طرف چل دیا۔

رحمان صاحب کے کمرے میں داخل ہوتے ہی فیاض چونک اٹھا رحمان صاحب کا چہرہ غیض و غضب سے سرخ ہو رہا تھا۔

میز پر روزنامہ تشہیر کھلا دیکھ کر فیاض کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اشتہار نے خاصا شدید ردّ عمل پیدا کیا ہے۔

فیاض نے دل ہی دل میں خوش ہو کر سوچا کہ بیٹے عمران اِس مرتبہ تمہاری ساری زیادتیوں کا بدلہ نہ چکا دوں تو فیاض نام نہیں۔!

فیاض نے ایڑیاں بجا کر رحمان صاحب کو سلوٹ کیا۔ رحمان صاحب نے سر اٹھا کر فیاض کو دیکھا اور بولے۔

"یہ اشتہار دیکھا تم نے۔؟"

"یس سر۔۔"

"اس قسم کی بے ہودگیوں کو قطعاً برداشت نہیں جا سکتا۔

"جناب والا۔ میں ابھی کچھ دیر پہلے ایڈیٹر سے گفتگو کر چکا ہوں۔"

"ہوں۔ پھر۔ ؟"

"ایڈیٹر اس سلسلے میں خود کو بری الزمہ ظاہر کرتا ہے۔"

"کیا مطلب۔ کیا یہ اشتہار اس کی لاعلمی میں چھپ گیا ہے۔ ؟"

"نہیں جناب۔ بلکہ اشتہار کی اشاعت میں کوئی سرکاری دباؤ کام کر رہا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ ؟"

"سر۔ ایڈیٹر اس سلسلہ میں زبان بندی پر مجبور ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو اسے جان کا خدشہ ہے یا پھر سرکاری دباؤ کی وجہ سے مجبور ہے۔"

"ہوں۔ لیکن سوائے بے حیائی کے اس میں اور رکھا ہی کیا ہے تمہارے خیال میں کوئی خاص نقطہ۔ ؟"

"عمران ایسی قسم کی تفریحات کا عادی ہے جناب۔ !"

"بکواس مت۔ !"

رحمان صاحب نے غرا کر کہا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ ان کی پیشانی پر سوچ کر گہری شکنیں نمودار ہو گئیں

"مجھے اس اشتہار کے پس منظر سے کسی خاص مصلحت کی بو آ رہی ہے۔ فیاض۔ !"

"میں سمجھا نہیں جناب۔ !"

"پتہ چلاؤ کہ اشتہار دینے کی وجہ کیا ہے" ہوا آہستہ سے بڑبڑا کر بولے

اشتہار نہیں سمجھ سکتا۔!"

"بہتر ہے جناب۔ میں دیکھتا ہوں۔"

"شام تک مجھے رپورٹ پیش کر دو۔"

رحمان صاحب یہ کہہ کر ایک فائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فیاض انہیں سیلوٹ جھاڑتا ہوا باہر نکل گیا۔ بدمزگی سے اس کے چہرے کے نقوش بگڑ گئے وہ اپنے آفس کی کرسی پر گر گیا اور بڑبڑانے لگا۔

"لیجئے اب یہی میرے فرائض میں داخل ہو گیا کہ صاحبزادے کی حماقتوں کا پس منظر ڈھونڈتا پھروں۔ ہونہہ۔ پولیس آفیسر نہ ہوا کوئی بھٹیارا ہو گیا"

عین اسی وقت فون کی گھنٹی نے گنگنانا شروع کر دیا۔ فیاض نے ایک جھٹکے سے ریسیور اٹھایا اور کہا

"فیاض اسپیکنگ۔!"

"ہیلو سوپر۔ مائی ڈیر سوپر۔ کہو کیسے ہو۔" دوسری طرف سے عمران کی سدا بہار آواز سنائی دی۔

"میں تم سے ابھی اور اسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔" فیاض نے دھاڑ کر کہا۔

"خیریت۔ سوپر آج تو بہت جلال میں دکھائی دے رہے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تم سے تمہارے اشتہار کے سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن تمہیں یہ غلط فہمی کس طرح ہو گئی۔"

"کیسی غلط فہمی۔؟" فیاض نے چونک کر پوچھا

یہی کہ اشتہار کے مضمون کا اطلاق تم پر بھی ہو سکتا ہے۔"

"بکو مت سور۔ اس مرتبہ تم سے بھی سمجھ لوں گا۔ رحمان صاحب بذات خود اس سلسلے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

لیجئے اب انہیں کون سمجھائے کہ آپ تو اشتہار دینے والے کے باپ ہیں۔" دوسری طرف سے عمران کی رو دینے والی آواز سنائی دی۔ فیاض اپنا قہقہہ دبانے میں مصروف ہو گیا۔

"اپنے بچاؤ کے لئے بل ڈھونڈ لو برخوردار۔ کیا سمجھے۔؟"

جواباً عمران کا گرجدار قہقہہ سنائی دیا۔ فیاض مارے کھسیاہٹ کے سلگ کر رہ گیا۔ لیکن جب دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تو فیاض آپے سے باہر ہو گیا اور اس کا جی اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالنے کو چاہنے لگا۔

جلدی جلدی عمران کے نمبر دوبارہ ڈائل کرنے کے بعد اس نے ریسیور کان سے لگایا تو عمران کی آواز سنائی دی۔

"بلدی مرچینٹ چھوٹے خاں بول رہا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ مجھے اس بے ہودگی کے بارے میں بتاؤ"

"بے ہودگی۔ میاں تم ہلدی کو بے ہودگی کہتے ہو۔" دوسری طرف سے حیرت کا اظہار کیا گیا۔

"عمران سنجیدہ ہو جاؤ۔ میں اشتہار کی بات کر رہا ہوں۔"

"اشتہار۔ اوہ۔ اچھا۔ اچھا۔ کیا ریٹ ہیں آپ کے اشتہارات کے۔؟"

عمران نے یوں پوچھا جیسے فیاض نے اپنے اخبار کے لئے اس سے اشتہار مانگا ہو

"بکومت۔ میری بات کا جواب دو۔" فیاض جھلا گیا

"جی۔ اس قدر بدتمیزی۔ جاؤ نہیں دیتا اشتہار۔ ہاں کوئی تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ ہاں۔!"

یہ کہہ کر عمران نے فون بند کر دیا۔

"کیا۔؟"

فیاض جواباً ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے رہ گیا۔ لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوئے دیر ہو چکی تھی۔

فیاض پر جھنجھلاہٹ کا ایسا شدید حملہ ہوا کہ دیر تک رسیور کو ہاتھوں میں مروڑتا رہا۔ پھر اتنی زور سے پیڈل پر پٹخا کہ چپڑاسی تقریباً بوکھلاتا ہوا ہی اندر چلا آیا

"یس سر۔" چپڑاسی نے ایڑیاں بجائیں۔

"کیا ہے۔؟" فیاض نے غرا کر پوچھا۔

"کک... کچھ نہیں جناب۔ م.. میں نے سمجھا شاید آپ نے یاد فرمایا ہے۔" چپڑاسی نے بوکھلا کر جواب دیا۔

"دفعان ہو جاؤ۔ گیٹ آؤٹ۔ آئی سے!"

فیاض حلق کے بل چیخا۔ اور کرسی پر سے دھم ہو کر گر سکے۔ چپڑاسی بوکھلایا ہوا پلٹا اور ایڑیاں بجاتا ہوا باہر نکل گیا۔

...ز ایسا ہی لگ جیسے حسب حکم واقعی دفعان ہو رہا ہو۔

رات تاریک تھی آج آسمان پر چاند نہیں نکلا تھا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور ساتھ ہی گہرا سناٹا بھی۔

وقت بارہ بجے ... عرصے سے ویران تھا۔ اندھیرے میں یہ عمارت کسی آسیب زدہ حویلی کی طرح پراسرار اور ڈراؤنی محسوس ہو رہی تھی۔ اس ... ماحول دیکھ کر اچھے خاصے آدمی کا پتہ پانی ہو جائے۔

رات کے اس ہولناک سناٹے میں ایک بند گاڑی بنگلے کے صدر دروازے کے سامنے آکر رک گئی۔

تاریکی میں دو آدمی گیٹ کے عقب سے نکل کر گاڑی کی طرف لپکے۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص سے دبے لہجے میں پوچھا۔

”کون ہے —؟“

آرتھو ۔ ! ۔ ڈرائیونگ سیٹ سے غراہٹ سنائی دی ۔

یس سر ۔ ! ۔ دونوں آدمی تعظیماً جھکے اور ایک طرف ہٹ گئے ۔ ان میں سے ایک نے جلدی سے گیٹ کھول دیا ۔

گیٹ کھلتے ہی کار کا انجن ایک بار پھر بیدار ہوا اور کار اندر داخل ہو گئی ۔

کار کوٹھی کی پورچ میں جا کر رکی ۔ ایک سیاہ پوش کار سے نکلا تاریکی میں یہ سیاہ پوش کسی متحرک سائے کی طرح محسوس ہو رہا تھا ۔ اس کا چہرہ کالے رنگ کی نقاب میں چھپا ہوا تھا ۔ نقاب میں دو سوراخ تھے جن سے اس کی آنکھوں کے ڈھیلے اندھیرے میں چمکا رہے تھے ۔

سیاہ پوش اندھیرے پورچ میں چلتا ہوا اندر داخل ہو گیا ۔ چند قدم آگے جا کر وہ ایک دروازے کے سامنے رکا ۔ دروازے کی جھریوں سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی ۔ کمرے کے اندر یقیناً روشنی ہو رہی تھی ۔

قدرے توقف کے بعد وہ دروازہ دھکیلنے لگا ۔ دروازہ جو اندر سے کھلا ہوا تھا اس کے دھکیلنے سے کھلتا چلا گیا ۔

کمرے میں کئی آدمی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ ہر شخص سیاہ لباس میں ملبوس تھا اور چہرے پر کالے رنگ کی نقاب چڑھائے ہوئے تھا ان کے سیاہ لبادوں کے سینے پر سفید دھاگے سے ایک عجیب الخلقت جانور کی تصویر سلی ہوئی تھی ۔ نووارد سیاہ پوش کے سینے پر سفید دھاگے سے "آرتھو" کڑھا ہوا تھا ۔ آرتھو جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا سب سیاہ پوش تعظیماً

ٹکڑے ہو گئے۔

آرٹو رسیوں کی دو رویہ قطاروں کے بیچ سے گذر کر کرسی صدارت کے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ واپس پلٹا اور الٹا ہاتھ سینے پر کڑھی ہوئی تصویر پر رکھ کر حاضرین کی طرف دیکھنے لگا۔

سب نے اس کی تقلید میں تصویر پہ ہاتھ رکھا اور بیک زبان چلائے۔

"آرٹو عظیم ہے.... آرٹو عظیم ہے۔"

آرٹو نے ہاتھ اٹھایا جیسے وہ انہیں خاموش رہنے کا حکم دے رہا ہو پھر وہ کرسی صدارت پر بیٹھ گیا۔ اور حاضرین کو گھورنے لگا۔

کمرے میں سکوت تھا۔ ہر کوئی ساکت بیٹھا ہوا تھا ــــ آرٹو کے چہرے پر چڑھی ہوئی نقاب سے اس کی متحرک خونیں نگاہیں اس کے سنگدلانہ جبلت اور مجرمانہ ذہنیت کو ظاہر کر رہی تھیں۔

"یس فورٹین - رپورٹ پلیز۔" آرٹو کی آواز سنائی دی۔

کمرے میں موجود سیاہ پوشوں میں سے ایک نے اٹھ کر سینے پر کڑھی ہوئی تصویر پہ ہاتھ رکھا اور جھک کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی اس لبادے میں شاید کوئی عورت ہی تھی۔ اس کی آواز میں مسحور کن ترنم تھا اور اس کی آواز کی لوچ اس کے جوان سال ہونے کی چغلی کھا رہی تھی۔

"باس میں بڑے فخر سے اپنی کامیابی کا اعلان کرتی ہوں۔"

"ویری گڈ فورٹین ۔ مجھے خوشی ہوئی ۔"

آرڈو کی غراہٹ سنائی دی ۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے اظہار مسرت کے لئے یہ فقرہ زندگی میں پہلی بار ہی بولا ہو۔ اس کی آواز کسی باؤلے کتے کی عف عف سے مختلف نہ تھی ۔

"تمام کارکردگی تفصیل سے سناؤ ۔"

آرڈو نے یہ کہکر اپنے لبادے میں ہاتھ ڈال کر ایک عجیب وضع کا آلہ نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

آلے میں ایک سفید رنگ کا بٹن لگا ہوا تھا ۔ آرڈو نے وہ بٹن دبا دیا۔ اور آلے سے سوں سوں کی آواز نکلنے لگی ۔ یہ آلہ اپنی مخصوص ساخت کی وجہ سے بڑا عجیب وغریب تھا ۔ اس کی بناوٹ ایک طرح سے جیسی ٹرانسمیٹر سے ملتی جلتی تھی۔

اس آلے کا نام ایبزاربو فون ہے جسے عام طور سے ایبی فون کہتے ہیں ۔ آواز کی لہروں کو جذب کرنے کی خصوصیت کی وجہ سے ایبی فون کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے ۔ کیونکہ قریب تر بیٹھا ہوا شخص گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا ۔

فورٹین نے آرڈو کو ایبی فون نکالتے دیکھ کر اپنے لبادے میں سے اپنا ایبی فون نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور اس کا بٹن دبا کر اسے اون کر دیا۔

ABSORBOPHONE ص۱

فورٹین ابھی فون کو منہ سے لگائے بول رہی تھی اس کی آواز میں اس قدر دھیما پن تھا کہ سوائے سرسراہٹ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کو کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔

فورٹین کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ لیکن آواز سنائی نہیں دے رہی تھی انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ منہ میں کچھ ڈالے دھیرے دھیرے چبا رہی ہو۔

اس دوران میں آرنوڈ فون کان سے لگائے مسلسل سننے میں مصروف تھا۔ وہ کبھی کبھی سر بھی ہلا دیتا جیسے فورٹین کی کسی بات سے خوش ہو کر داد دے رہا ہو۔

رپورٹ ختم ہو گئی تو آرنوڈ نے اپنی فون کان سے الگ کیا اور سفید رنگ کے بٹن کو دوبارہ دبا کر اسے بند کر دیا۔

یہی فون کو سامنے میز پر رکھنے کے بعد آرنوڈ بولا ۔" فورٹین کی کامیابی ہمارے مشن کی پہلی کامیابی ہے۔ اس کے لئے جہاں میں فورٹین کی ذہانت کی داد دیتا ہوں وہاں آپ سب لوگوں کو مزید محتاط رہنے کی تنبیہہ بھی کرتا ہوں ۔"

"باس میں معاملے کی نزاکت سے واقف ہوں۔" فورٹین نے مترنم آواز میں کہا۔

"آئی رنٹ ۔ نمبر ٹو ذرا اپنی فون پر آؤ ۔" آرنوڈ نے اپنی خونخوار نگاہوں کو ایک سیاہ پوش پر گاڑتے ہوئے غرا کر کہا۔

نمبر ٹو نے مشینی انداز میں اپنی فون نکال کر اپنے کان سے لگا لیا
آر ٹو نہ جانے اپنی فون میں کیا گفتگو کرتا رہا۔ انداز سے پتہ چلتا
تھا کہ وہ نمبر ٹو کو کسی خاص کام کی تفصیلات سے آگاہ کر رہا ہے۔ کچھ دیر
ان کے درمیان بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔

گفتگو کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد جب دونوں کے فون ان
کے لبادوں میں واپس پہنچ گئے تو آر ٹو نے حاضرین سے مخاطب ہوتے
ہوئے کہا۔

۔ فورٹین کی کامیابی سے گو ہمارے مشن کا ایک مرحلہ طے ہو گیا
ہے۔ تاہم آپ لوگوں کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اصل
مشن کا آغاز درحقیقت اسی مرحلے کے فوراً بعد ہوتا ہے۔

آج ہیڈ کوارٹر سے جو احکامات موصول ہوئے ہیں۔ وہ نمبر
ٹو تک پہنچا دیئے گئے ہیں۔ چونکہ چیف کی یہ خواہش ہے کہ صرف
متعلقہ آدمی ہی کام کی تفصیلات سے واقف رہیں۔ اسی لئے یہ
سب باتیں آپ سے مخفی رکھی گئی ہیں۔

اس قدر رازداری برتنے کی وجہ سے آپ لوگوں کو معاملے
کی اہمیت کا احساس ہو گیا ہوگا۔ اس سلسلے میں سب کو ایک بار پھر
بہت ہی محتاط رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔

ہیڈ کوارٹر کے احکامات میں ایک خاص چیز کا تذکرہ بھی
موجود ہے۔ وہ یہ کہ عنقریب آپ لوگوں کو ایسی انگشتریاں مہیا

کی جائیں گی۔ جن کا آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہر وقت موجود رہنا ضروری ہے۔

یہ انگشتریاں اپنے اندر ایک خاص قسم کی مشینری رکھتی ہیں کسی مصیبت کے وقت — میرا مطلب ہے کسی ایسے وقت جب آپ خود کو اس قسم کے خطرے میں گھرا ہوا پائیں جس سے نجات آپ کے اختیار میں نہ ہو۔ اس وقت انگوٹھی کے اوپر بنے ہوئے ڈائل کو تین مرتبہ گھمائیے۔

ڈائل کو حرکت دینے سے مخفی مشینری ہیڈ کوارٹر کو اس بات سے باخبر کر دے گی کہ آپ خطرے میں ہیں۔

اس بات کی سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی انگشتری کے ڈائیل کو بلا وجہ گھمانے کی کوشش نہ کرے یہ انگشتریاں کل تک سب کے پاس پہنچ جائیں گی — کوئی سوال —؟"

آرٹو نے یہ کہکر اپنی بوٹی جیسی سرخ آنکھیں سیاہ پوشوں پر گاڑ دیں۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہ سنائی دی تو وہ اپنی سیٹ سے اٹھکر کھڑا ہو گیا۔

"اب میں جاؤں گا۔"

آرٹو کی غراہٹ گونجی اور وہ بڑی پر وقار چال چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

جب تک آرٹو کی گاڑی کے سٹارٹ ہونے کی آواز نہ سنائی دی۔ سب سیاہ پوش ساکت و جامد بیٹھے رہے جیسے بے جان بت ہوں۔

گاڑی پوری طرح سے سٹارٹ ہو کر چلدی تو سب سیاہ پوش اپنی کرسیوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بغیر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے ایک ایک کر کے کمرے سے نکلتے گئے اور باہر تاریکی میں گم ہوتے چلے گئے۔



دانش منزل کے ایک کمرے میں بلیک زیرو آرام کرسی پر نیم دراز تھا اس کے منہ میں سگریٹ دبا ہوا تھا اور نگاہیں ایک کتاب پر جمی ہوئی تھیں۔

اچانک فون کی گھنٹی نے گنگنانا شروع کر دیا۔

بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھایا اور پاس پڑی ہوئی تپائی پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو۔۔۔!"

بلیک زیرو نے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا

"ایجنٹ ون مسٹر کالے صفر یہ میں ہوں۔"

دوسری طرف سے عمران کی چہکار سنائی دی اور بلیک زیرو کے

ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"یس سر۔ فرمائیے۔ ؟"

"میرا خیال ہے تم اب بالغ ہو گئے ہو۔ کیوں۔ ؟"

"ج... جی... ہاں۔ ؟" بلیک زیرو ہکلا کر رہ گیا

"تو بس ٹھیک ہے فوراً ایک آدھ معاشقہ کر ڈالو۔"

"جی۔ ؟" بلیک زیرو کی "جی" خاصی لمبی تھی۔ لہجے سے گہرے استعجاب کا پتہ چلتا تھا اور آنکھیں پھیل رہی تھیں۔

اگرچہ مذاق کے سلسلے میں عمران اسے کبھی معاف نہ کرتا تھا تاہم اس قسم کا مذاق تو اس سے قبل کبھی نہ کیا تھا۔

فوراً ہی عمران کا اشتہار بلیک زیرو کے ذہن میں گھوم گیا۔ اس نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا۔ "لل... لیکن سر... ؟"

"بس۔۔ زیادہ سر چڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اٹ از آرڈر" اس مرتبہ عمران کی آواز میں قدرے سختی تھی۔

بلیک زیرو کی حیرت اور بھی بڑھ گئی۔ کیونکہ عمران اب واقعی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس کی حیرت بھی اپنی جگہ بجا تھی۔ کچھ دنوں سے عمران کے سر پہ عشق و محبت کا بھوت نہ جانے کہاں سے سوار ہو گیا تھا

بلیک زیرو نے سوچا کہ پہلے تو خود پہ معاشقوں کا دورہ پڑا اب مجھے بھی گھسیٹنے کی فکر میں ہیں۔ ویسے وہ پتھر میں جونک لگنے پر متحیر ضرور تھا۔ سوچتے سوچتے اس نے دھیمی آواز میں کہہ ہی دیا۔

"او کے سر — جیسے آپ کی مرضی۔"

بلیک زیرو کی آواز میں بے بسی کی جھلک محسوس کر کے عمران نے اسے مزید ستانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے نسبتاً نرم لہجے میں کہا

"کہو تیار ہو۔"

"یس سر۔"

"اس سلسلے میں کیپٹن فیاض کی بیوی کیسی رہے گی۔ !"

"ج... جی... کیا کہہ رہے ہیں آپ۔"

بلیک زیرو پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کہیں عمران کا دماغ تو نہیں چل گیا۔

پھر اس نے ریسیور کو کان سے الگ کر کے یوں دیکھا یوں دیکھا جیسے اسے اپنی سماعت پر یا ریسیور میں کسی نہ کسی آسیبی خلل کا شبہ ہو گیا ہو۔

"بلیک زیرو — !" عمران کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"یس سر — !"

"تم اسقدر نروس کیوں ہو رہے ہو — !"

"سر۔ کیا واقعی یہ سب کچھ عجیب نہیں۔ مجھے اس قسم کے حالات سے پہلے تو کبھی سابقہ نہیں پڑا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں ہر وقت ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے لئے رہنا چاہیئے۔ کیا ہماری زندگی عجیب و غریب حالات واقعات سے بھری ہوئی نہیں۔ !"

"درست فرمایا آپ نے۔!"

"پھر کیا خیال ہے۔" عمران کی آواز میں شرارت کا عنصر

دوبارہ پیدا ہو گیا۔"

"جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔"

"خیر۔ میک اپ کرنا نہ بھولنا اور کپڑوں کے بارے میں ایک

بات نوٹ کر لو۔"

"یس سر۔ میں سن رہا ہوں۔"

"لیڈی سکول کپڑے تمہارے جسم پر ہونا ضروری ہیں۔"

"معاملہ کیا ہے سر۔ مجھے تو حالات کچھ گڑبڑ سے ہی معلوم ہوتے

ہیں"۔ بلیک زیرو نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

"فی الحال صبر کے علاوہ کوئی معاملہ نہیں ظاہر۔" عمران نے

ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن سر۔ کیا یہ ضروری ہے کہ میں بیگم فیاض سے کامیاب

معاشقہ کر سکوں۔؟"

"میں سمجھا نہیں۔ کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"میرا مطلب ہے جناب کہ ایک شادی شدہ عورت سے

رومان میں کامیابی کے امکانات ذرا کم ہی ہوتے ہیں۔"

"اچھا۔" عمران نے حیرت سے دہرایا۔ تو بلیک زیرو کچھ

جھینپ سا گیا

"میں مذاق نہیں کر رہا جناب۔"

"میاں۔ تم اپنی سی حماقت کر کے آجاؤ خود ہی مخصوص ہو جائیگا اور ہاں ایک بات کا دھیان رکھنا۔"

"وہ کس بات کا جناب۔؟"

"کہیں سچ مچ ہی اتنا نفیل مست ہو جانا۔ ہاں ورنہ ۔!"

"نہیں۔ نہیں۔ جناب۔ نہیں نہیں۔"

بلیک زیرو بوکھلا کر کہتا رہ گیا۔ پھر خود ہی خفیف ہو کر ریسیور کو گھورنے لگا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوئے دیر ہو چکی تھی۔!

صفدر، تنویر اور چوہان، جولیا کے فلیٹ میں موجود تھے بحث کا موضوع تھا۔ عمران اور اس کا اشتہار۔ یہ وہی اشتہار تھا جو کچھ دن پیشتر عمران کی طرف سے روزنامہ "شہیر" میں شائع ہوا تھا۔

اشتہار تقریباً تمام سیکرٹ سروس کے ممبروں کی نظر سے گذرا تھا اور سب اپنی اپنی جگہ متحیر تھے۔

ادھر ٹیلی فون اور خطوط وصول کرتے کرتے اخبار کا ایڈیٹر اپنی زندگی سے بیزار ہو چکا تھا۔

فیاض لاکھ سر پٹخنے کے باوجود اس اشتہار کی تہہ تک نہ پہنچ سکا تھا دوسری طرف رحمان صاحب عمران کو گولی مار دینے پر

تلے بیٹھے تھے۔

"میں حیران ہوں یہ حضرت ہیں کس قسم کے آدمی۔" جولیا نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"وہ ہر قسم کا آدمی ہے جولیا۔ میرا خیال ہے تم اس کے بارے میں سوچا ہی نہ کرو۔" صفدر نے مسکرا کر شریر لہجے میں کہا۔

"میں کیوں سوچنے لگی اس کے بارے میں۔" جولیا خفگی سے غرائی۔

"میرا مطلب تھا ... !" صفدر کھسیا کر رہ گیا اور اس گارڈ میں اس کا فقرہ بھی ادھورا ہی رہ گیا جسے ایک آواز نے پورا کر دیا

"تمہارا مطلب ہے کہ میں کنوارا ہی مر جاؤں۔ کیوں۔؟"

سب نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں عمران اپنے تمامتر حماقتوں سمیت کھڑا الوؤں کی طرح دیدے گھما رہا تھا۔

جولیا نے اسے دیکھا اور برا سامنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

تنویر عمران کی آمد سے اسقدر بدمزہ ہو گیا کہ جھلاہٹ میں زور زور سے ہاتھوں کو رگڑنے لگا۔

"آئیے۔ آئیے۔ عمران صاحب ابھی ابھی آپ کا ہی ذکر خیر ہو رہا تھا۔" صفدر نے ہنس کر کہا۔

"ایں۔ ذکر خیر۔ کیا بدھو میاں کے خیر سے گھر آ جانے پر۔"

عمران نے تنویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرا مطلب تھا کہ آپ کو یاد کیا جا رہا ہے۔"

"یاد کیا جا رہا تھا۔ اچھا اچھا۔" عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا پھر سر تایا سوالیہ نشان بنتے ہوئے پوچھا۔

تم اکیلے ہی یاد کر رہے تھے۔ یا؟" عمران یہ کہہ کر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی سور۔" جولیا نے چائے کا کپ اسے مارنے کے لئے اٹھا لیا۔

"میں شکر ذرا کم پیتا ہوں۔" عمران نے بڑے اطمینان سے کہا جولیا نے ایک جھٹکے سے پیالی واپس رکھ دی۔

"کیا میرے شکر کم پینے پر کوئی اعتراض ہے بنیر صاحب!" عمران نے تنویر کو آنکھ مارتے ہوئے پوچھا۔

تنویر جو اس کی آمد سے پہلے ہی جلا گیا تھا اس پر چراغپا ہو گیا۔ فوراً ہی آستین چڑھا کر بولا۔

"میرا خیال ہے تم شرافت سے باز نہ آؤ گے۔"

"ضرور آ ڈں گا بشرطیکہ تمہارا نام شرافت ہو۔" عمران نے دیدے نچا کر تنویر کو دیکھا اور منہ چلانے لگا۔

تنویر کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے مارے جھلاہٹ کے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ

اپنی ہی جھونک میں فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اس سے قبل کہ وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا عمران نے دونوں ہاتھوں سے اسے گود میں اٹھا لیا۔

تنویر بری طرح مچلنے لگا۔ لیکن عمران کی گرفت کچھ ایسی کمزور بھی نہ تھی۔

وہ اسے اٹھائے ہوئے بیرونی دروازے تک آیا اور اطمینان کے ساتھ مفت خورے گاہک کی طرح باہر پھینک کر دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔

دروازہ بند کر کے وہ جولیا کی طرف بڑھا۔

"اب بتاؤ کون کون حمایتی ہے تمہارا؟"

"بکے جاؤ"

"اچھا۔۔" عمران نے سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن وعدہ کرو کہ تم اسی طرح بیٹھی سنتی رہو گی۔"

"عمران۔۔!" جولیا روہانسی ہو کر بولی۔

"جان عمران بلکہ علی عمران بسر عبدالرحمن کہو کیا بکتی ہو۔۔!"

عمران کا انداز اسقدر احمقانہ تھا کہ صفدر اور چوہان پیٹ پکڑ کر ہنسنے لگے۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

جولیا ان لوگوں کی ہنسی کو نظر انداز کرتی ہوئی برا سا منہ بنا ۔۔

ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔ ریسیور اٹھایا اور بڑے ہی ناخوشگوار لہجہ میں بولی۔

"جولیا اسپیکنگ ۔۔۔!"

"ایکسٹو۔!"

دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی آواز سنائی دی

جولیا کے چہرے سے بیزاری کے تاثرات چھٹ کر رہ گئے۔ ایکسٹو کی سرد آواز جسم میں بجلی کی لہر کی طرح سرایت کر گئی تھی

"یس ۔۔ یس ۔۔ سر۔!" جولیا ہکلائی۔

"تم آج کی شام عمران کے ساتھ ساحل پر گذارو گی۔"

"سر ۔۔۔۔ لیکن سر ۔۔۔۔!" وہ ہونٹ چبا کر احتجاج کرنا ہی چاہتی تھی کہ کلک کی آواز سنائی دی۔

دوسری طرف سے لائن بے جان ہو چکی تھی۔ ایکسٹو کی بے حسی پر جولیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ عمران سے کچھ اتنی ہی بیزار ہو چکی تھی۔

ریسیور کو کریڈل پر پٹخنے کے بعد اس نے عمران کی طرف دیکھا۔

عمران نے جولیا کی بھیگی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو چونک کر بولا۔

"کیا بولتا ہے وہ چوہا۔ مجھے بتاؤ میں ابھی اسے بل سے نکال

مگر اس کی دم میں بندہ کس دوں گا - ہاں - سمجھ کیا رکھا ہے آخر اس نے - "

"میں تمہارا خون پی جاؤں گی - " جولیا جھلا کر عمران کی جانب بڑھی -

جولیا کو غصے میں دیکھ کر عمران کی گھگھی بندھ گئی - اس سے قبل کہ جولیا کا ہاتھ اس کے منہ پر پڑتا وہ چھلانگ لگا کر دور جا کھڑا ہوا - اور "ارے باپ رے" کی تسبیح کرنے لگا -

تنویر کا معاملہ ابھی کچھ ہی دیر قبل نظروں سے گذرا تھا اس لئے جولیا کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے -

وہ خاموشی سے پلٹی اور دھیرے دھیرے چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں گھس گئی -

عمران مسکراتا ہوا دوبارہ کرسی پر جم گیا اور چیونگم منہ میں ڈال کر جگالی کرنے لگا -

"عمران صاحب آپ کا اشتہار پڑھا تھا میں نے - " صفدر نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا -

"کیوں پڑھا تھا - ؟ " عمران نے فوراً ہی سنجیدہ ہوتے ہوئے غیظ و غضب سے آنکھیں نکال کر پوچھا -

"میرا خیال ہے کوئی حرج تو نہیں ہوا - "

"حرج نہیں ہوا - کیوں - - ؟ " عمران نے آنکھیں سکیڑ کر

ٹھٹھے پھیلائے۔

"کوئی حرج ہے تو وہ بھی آپ ہی بتا سکتے ہیں۔"

"وہ اشتہار تمہارے لئے نہیں تھا سمجھے۔!"

صفدر تو یہ سن کر بغلیں جھانکنے لگا البتہ چوہان نے عمران کی ٹانگ لینے کی کوشش کی۔

"تو پھر وہ اشتہار کس کے لئے تھا۔ عمران صاحب۔؟"

"تمہارے لئے بھی نہیں تھا۔" عمران پلٹ کر چیخا۔

"کچھ بتائیے تو پتہ بھی چلے کہ کس کے لئے تھا؟" چوہان نے ہتھیار ڈالتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"دراصل میں ان دنوں ایک عجیب مرض میں مبتلا ہو گیا ہوں۔" عمران نے اچانک اداس ہو کر گلوگیر لہجے میں انکشاف کیا۔

"کیسا مرض عمران صاحب۔!" صفدر اور چوہان نے بیک وقت چونک کر پوچھا۔

"بس تم لوگ اپنی چونچیں بند رکھو۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر علاج کیا ہے"

"علاج۔۔۔!" مرض کی تشخیص بھی خود ہی کر لی اور علاج بھی شروع کر دیا۔ آخر کچھ ہمیں بھی بتائیے ناں۔"

"مجھے کسی عورتوں سے عشق کرنا پڑے گا۔ تب مرض سے جان

چھوٹے گی۔"

"آپ اور عشق ۔۔۔" صفدر ہنس دیا۔

"کیا کہا۔۔۔؟" عمران نے جھپٹ کر میز سے پیپر ویٹ اٹھالیا پھر خود ہی پیپر ویٹ میز پر رکھ دیا۔ اور خود پر مزید اداسی طاری کرتے ہوئے بولا۔

اس سلیمان کے بچے نے مونگ کی دال کھلا کھلا کر میرا معدہ تباہ کر دیا ہے۔۔"

معدے کا عشق سے بھلا کیا واسطہ۔"

"کیوں نہیں واسطہ۔ معدہ چوپٹ ہو جائے تو معدے کے بخارات ذہن پر اثر انداز ہونے لگتے ہیں۔"

"آخر آپ ایک بار کہہ کیوں نہیں چکتے۔" چوہان نے زچ ہو کر آخر کہہ ہی دیا۔

"دراصل ایک مکتبہ نے مجھے ڈگری دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

"کیسی ڈگری۔۔؟"

"ڈگری آف سلور جوبلی لیور یعنی کہ عاشق۔" عمران نے بڑے فخر سے سینہ پھلا کر جواب دیا۔ اچانک وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"ارے یہ دلونیا ابھی تک نہیں آئی۔" عمران نے جولیا کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ آپ سے کچھ زیادہ ہی ناراض ہو گئی ہے۔"

"ہوں۔ تم لوگ بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔" عمران جولیا کے کمرے کی طرف چل دیا۔

جولیا اپنی مسہری پر پڑی تکیئے میں منہ چھپائے سسک رہی تھی عمران اسے سسکیاں بھرتے دیکھ کر ٹھٹھکا۔ پھر وہ بے آواز چلتا ہوا جولیا کے قریب پہنچ گیا اور بے اختیار اس کا ہاتھ جولیا کے سر پر چلنے لگا۔

وہ کچھ اس انداز سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔ جیسے کسی بلکتی ہوئی بچی کو خاموش کرانے کی سعی کر رہا ہو۔ عمران کے ہاتھ کا لمس محسوس کر کے جولیا چونکی۔ نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے عمران کھڑا تھا۔

عمران کو دیکھتے ہی اس کی سسکیاں تیز تر ہو گئیں۔ لیکن عمران کی آنکھوں میں بے پناہ ملائمت اور خلوص محسوس کر کے اس کی حالت جلد ہی معمول پر آنے لگی۔

عمران جولیا کو مسہری پر ہی چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ صفدر اور چوہان کو فرشی سلام کیا اور باہر کے دروازے کی طرف لپکا۔ عمران نے جیسے ہی دروازے کی چٹخنی گرائی باہر سے تنویر نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

حملہ اس قدر اچانک تھا کہ عمران سنبھل نہ سکا۔ تنویر عمران کو

کو لئے ہوئے واپس کرے میں آ گرا۔

اس سے قبل کہ تنویر کا گھونسہ عمران کے جبڑے پر پڑتا عمران مچھلی کی طرح تڑاپ کر اس کے نیچے سے نکل گیا۔

تنویر جلدی سے اٹھا اور اسے پکڑنے کے لئے لپکا۔ لیکن عمران وہ تو ”ارے باپ رے“ کا مخصوص نعرہ بلند کرنے کے بعد دروازے سے نکلتا ہی چلا گیا تھا۔

عمران جا چکا تھا۔ اور تنویر غصے میں مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ صفدر اور چوہان کے قہقہے گونجتے رہے اور تنویر بل کھا کھا کر انہیں خاموش رہنے کی تنبیہہ کرتا رہا۔!!



فیاض جیسے ہی اپنے فلیٹ سے باہر نکلا اس کی نگاہ ایک نوجوان پر پڑی۔ یہ نوجوان بڑی دیر سے بھائی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

نوجوان کی انگلیوں میں فلٹر ٹپڈ سگریٹ پھنسا ہوا تھا۔ سگریٹ کے جلتے ہوئے سرے پر راکھ کی زیادتی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ اس نے خیالات کے سمندر میں غرقابی کے بعد خاصی دیر سے ایک بھی کش نہیں لگایا۔

اس کے بال خشک تھے جیسے برسوں سے تیل کی صورت کو ترس رہے ہوں۔

شکل و صورت خاصی تھی۔ اتنی دلکش کہ ایک بار دیکھنے کے بعد نگاہ دوبارہ بھی اٹھتی تھی۔ البتہ گہرے سرخ رنگ کی بشرٹ

سبز پتلون ۔ گلے میں گلابی مفلر اور پاؤں میں سفید جوتوں کی وجہ سے وہ بالکل چغد لگ رہا تھا۔

اس قسم کے ہپی ٹائپ لڑکوں سے فیاض کو بڑی چڑ تھی۔ وہ اکثر سوچا کرتا کہ کاش اس کے بس میں ہوتا تو وہ اس جیسے تمام لڑکوں کا منہ کالا کر کے گدھوں پر بٹھاتا اور شہر بھر میں انکا جلوس نکلوا دیتا۔

فیاض فلیٹ کی سیڑھیاں اترا۔ گیراج سے گاڑی نکالی۔ گاڑی باہر سڑک پر آگئی۔ فیاض نے ایکبار پھر اس کو گھورا اور منہ پھیر لیا۔

وہ نوجوان اسی طرح احمقانہ سنجیدگی چہرے پر طاری کئے کھڑا تھا۔ فیاض کی گاڑی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

اچانک نوجوان نے سر جھٹکا اور پھر سگریٹ کا راکھ جھٹک کر ایک گہرا کش لگایا۔ پھر سگریٹ فٹ پاتھ پر پھینک دی۔ اب نوجوان بڑی ہی احمقانہ قسم کی محتاط نگاہوں سے گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔

ادہر ادہر تاک جھانک کر وہ مطمئن ہو گیا۔ اب اس کا رخ فیاض کے فلیٹ کی طرف تھا۔

سیڑھیاں چڑھ کر وہ فلیٹ کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ دراہیں احمقانہ قسم کی نگاہوں سے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ جن کا

استعمال وہ پیچھے فٹ پاتھ پر کر چکا تھا۔

مطمئن ہو کر اس نے لمحہ بھر کے لئے سوچا اور پھر کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

دوسرے ہی لمحے دروازے کی دوسری جانب کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی، پھر دروازہ کھلا اور ملازمہ نے گردن نکال کر باہر جھانکا۔ اور باہر کھڑے نوجوان کو دیکھ کر بے ساختہ اس کی ہنسی نکل گئی۔

"کہیئے کس سے ملنا ہے۔ صاحب تو دفتر جا چکے ہیں۔" ملازمہ نے ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔

"صاحب۔ کیا سب لوگ صاحب سے ہی ملنے آتے ہیں۔" نوجوان نے گہری نگاہوں سے ملازمہ کا جائزہ لیتے ہوئے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

ملازمہ جوان سال تھی۔ نوجوان کی نگاہوں کی تاب نہ لا کر شرما گئی۔ ملازمہ کو شرماتے دیکھ کر نوجوان کا منہ بگڑ گیا۔ جیسے کونین کی کڑوی گولی زبردستی اس کے حلق میں گھس گئی ہو۔

"مجھے بیگم صاحبہ سے ملنا ہے۔"

"جی ---- !" ملازمہ نے چہرے پر زور دیتے ہوئے حیرت سے اس کا دوبارہ جائزہ لیا۔

یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ بیگم ناصر جیسی

سگھڑ اور گھریلو عورت کے حلقۂ احباب میں کوئی ایسا ہونق بھی ہوگا۔

جاؤ کہہ دو ریاض آیا ہے!" نوجوان نے ملازمہ کی متحیر نگاہوں پر ناک بھوں چڑھا کر کہا۔

آپ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیئے۔

ڈرائنگ روم۔" نوجوان نے گیلری میں ادھر اُدھر کچھ اس انداز سے دیکھنا شروع کر دیا جیسے کسی گری ہوئی شے کو تلاش کر رہا ہو۔

ملازمہ یہ دیکھ کر قہقہہ ضبط نہ کر سکی۔ اس نے دروازے سے ہٹتے ہوئے کہا۔

ادھر اندر تشریف لایئے جناب۔"

لاتے ہیں۔ لاتے ہیں۔"

وہ بوکھلاہٹ میں جلدی سے آگے بڑھ آیا۔ ملازمہ اگر جلدی سے دو قدم پیچھے نہ ہٹ گئی ہوتی تو نوجوان اسے لئے ہوئے ضرور فرش پر آ رہتا۔

شرم سے ملازمہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ جھینپی جھینپی سی اندر چلی گئی۔

نوجوان ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر پہلے تو ادھر اُدھر متلاشی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر ایک صوفہ پر بڑی بے تکلفی

سے ڈھیر ہو گیا۔ اور سگریٹ ۔ بجھا ۔ ۔

ملازمہ سے اس عجیب کلو نوجوان کے بارے میں سن کر بیگم فیاض دوڑی دوڑی ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔

راستے میں وہ اس نوجوان کے بارے میں سوچتی رہی تھی اس کا اس طرح سوچنا بھی بجا تھا۔ اس کی واقفیت تو زیادہ تر گھریلو قسم کی عورتوں تک محدود تھی۔

ڈرائنگ روم میں ایک اجنبی کو دیکھ کر تو وہ اور بھی چکرا گئی۔

نوجوان ظاہری وضع قطع سے کسی بھی طور شرفاء کے زمرے میں شمار نہ ہوتا تھا۔

بیگم فیاض کو متحیر دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا اٹھا۔ اور بڑی بے تکلفی سے بولا۔

"شاید اب تم مجھے پہچاننے سے بھی انکار کر دو گی۔ کیوں؟"

"جی ... جی ... میں نے واقعی اس سے قبل آپ کو کہیں نہیں دیکھا اور یہ بات میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں۔"

"وہ برفانی چوٹیاں ۔۔۔ کے ٹو کے پہاڑوں کی ۔۔۔ وہ لمبی لمبی راتیں ۔۔۔ ہمالیہ کی ۔۔۔ وہ چھالیہ کے دیو قامت پیڑ جن پر دن رات گلہریاں اور بندر آنکھ مچولی کھیلتے رہتے ہیں۔ کیا تمہیں وہ بھی یاد نہیں سلیمہ ۔ ۔"

"سلیمہ ۔ آپ میرے نام سے بھی واقف ہیں ۔" بیگم فیاض نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور سوچنے لگی کہ اس کا نام اسے کس طرح معلوم ہو گیا ۔ اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے گا ۔ میں اس قسم کی گھٹیا حرکتوں کو پسند نہیں کرتی ۔"

"ہائے ۔۔۔ تمہیں تو وہ حرکتیں بھی ناپسند تھیں ۔ جو بادلوں کے دل سے دل ہمالیہ کی چوٹیوں کے ساتھ کرتے تھے ۔ تمہیں اسوقت بھی یہ سب کچھ ناپسند تھا ۔ جب میں مسجدوں سے جوتے چرا چرا کر تمہاری نازبرداریاں کیا کرتا تھا ۔"

"میں پوچھتی ہوں کہیں تمہارے دماغ کو ہوا تو نہیں لگ گئی ۔"

"ایک ہزار باون برس بعد ملی ہو اور وہی پہلے کی طرح مجھے دیوانہ سمجھکر ٹال رہی ہو ۔ میرا مطلب ہے اگر تم نے چار جنم لینے کے بعد بھی نہیں سمجھا تو لعنت ہے تجھ پر کہ آئندہ جنم کسی..... گدھے کے جسم میں نہ لوں تو ۔۔۔ اس طرح تمہاری یاداشت واپس لانے کے لئے کم از کم دو چار دولتیاں تو جھاڑ ہی سکوں گا ۔۔۔ ؟"

"بکو مت ۔۔۔ میرا دماغ ان فضول باتوں سے خراب مت کرو ۔ اگر تم کوئی بہروپئے ہو تو پکڑو یہ پانچ روپے اور دفان ہو جاؤ یہاں سے ۔"

"آخر تم اسقدر بے ڈھنگی کا ثبوت کیوں دے رہی ہو۔ کہیں تم نے فلسفہ تو نہیں پڑھ لیا "۔

"شٹ اپ ۔ نکل جاؤ یہاں سے ۔"

بیگم فیاض جو اس وقت تک خاصی بور ہو چکی تھی غرا کر بولی۔

"اسی لئے پچھلے جنم میں منع کیا تھا کہ کسی پولیس والے کے ساتھ دل نہ لگا لینا ۔ بار بار دھمکیاں دینے کی عادت پڑ جاتی ہے لیکن تم کسی کی مانتی بھی ہو ۔"

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو اور دفعان ہو جاؤ ۔ ورنہ ..... حوالات میں بند کروا کر وہ جوتے کھلواؤں گی کہ عمر بھر یاد کرو گے لفنگے کہیں کے ۔"

بیگم کا پارہ ایکدم چڑھ گیا۔

"وہ جوتیاں کھلواؤ گی ۔ آہا ۔ کیا وہ تحفے میں ملی ہوئی ۔۔۔۔۔ چوری کی جوتیاں تم نے اب تک سنبھال کر رکھی ہیں جیجو ۔"

نوجوان کا چہرہ یکدم خوشی سے کھل اٹھا ۔ وہ صوفے پر دھڑام سے گرا اور دوبارہ اچک کر کھڑا ہو گیا ۔

پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیل گئے ۔ بالکل اس انداز میں جیسے وہ بیگم فیاض کو بانہوں میں لینے کے لئے بے چین ہو رہا ہو ۔"

بیگم فیاض ایک دم بوکھلا گئی پھر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"نصیبن ـــــ اری او نصیبن ـــ ذرا صاحب کو فون تو کرنا۔ اس کے مزاج ابھی دو منٹ میں ٹھکانے آ جاتے ہیں ـــ !"

بیگم فیاض نے ملازمہ کو پکارا

نوجوان کے بازو ایک جھٹکے سے گر گئے اور وہ دھم سے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور بسورنے لگا۔

"اب میں اپنا رازِ دل آنسوؤں کی زبانی پیش کرتا ہوں۔ خدا کے لئے جلدی سمجھ جاؤ ورنہ اس فلیٹ میں سیلاب آ جائے گا ـــــ مجھے یہ بھی ڈر ہے کہیں میرے آنسوؤں کا اسٹاک نہ ختم ہو جائے۔ مجھے ابھی کئی اور جگہوں پر بھی آنسوؤں کی زبانی حالِ دل سنانا ہے۔"

نوجوان کے خاموش ہوتے ہی اس کے نتھنے تیزی سے پھڑکنے لگے۔

اور پھر ساون بھادوں کی جھڑیاں اس کی آنکھوں سے بہہ بہہ کر گالوں پر پھیلنے لگیں۔

اس کے رونے کا منظر اس قدر رقت انگیز تھا کہ بیگم فیاض بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔!

کچھ دیر وہ بھونچکی اُسے روتا دیکھتی رہی پھر خود بھی روہانسی ہو کر بولی
"مسٹر ــــ تم مجھے کوئی نفسیاتی کیس دکھائی دیتے ہو۔۔۔۔ مجھے تم سے ہمدردی بھی ہے۔ تاہم ۔۔۔ تم غلط جگہ آ گئے ہو۔۔!"
نوجوان کے آنسو ایکدم تھم گئے۔
اب وہ حیران نگاہوں سے ڈرائنگ روم میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔
دوسرے ہی لمحے وہ بوکھلا کر اٹھ گیا۔ چند لمحے بے بسی نگاہوں سے فیاض کی بیوی کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا
"ارے ۔۔۔۔ کیا یہ پرانے کوئلوں کی مارکیٹ نہیں ہے۔! اُف کسقدر سردی ہے۔۔"
نوجوان دانت پر دانت جمائے کانپنے لگا۔ جیسے شدید سردی سے ٹھٹھر رہا ہو۔
بیگم فیاض نے حیرت سے منہ پھاڑ کر اس کی بدلتی ہوئی حالت کو دیکھا۔
چند لمحہ خاموشی رہی۔۔۔۔!
پھر وہ نوجوان بڑی سرعت سے گھوما۔ اور لغیبہ کچھ کہے تیزی کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائنگ روم کے دروازہ

سے باہر نکل گیا۔

بیگم فیاض سکتے کے عالم میں ایک صوفہ سے ٹیک کر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ آنکھیں دروازے کی طرف لگی تھیں جس سے ابھی وہ احمق سا نوجوان باہر نکلا تھا۔



کیپٹن فیاض کو جب اس کی بیوی نے فون پر اس نوجوان کے بارے میں اطلاع دی تو اس کا چہرہ فوٹو اتار نے کے قابل بن گیا تھا۔

اس نے اسی وقت جوش میں آ کر شہر کی پولیس چوکیوں کو فون پر فون کرنے شروع کر دیئے

پھر تھانے میں اس نوجوان کا حلیہ بتانے کے بعد وہ دھاڑتا رہا۔:

چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اس نوجوان کو تلاش کیا جائے ورنہ سب کو جہنم رسید کر دوں گا۔"

ابھی ابھی اس نے سنگ جالی پولیس اسٹیشن کو فون کرنے کے

بھر ابھی ریسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"فیاض بول رہا ہوں۔۔"

وہ ریسیور اٹھا کر دھاڑا۔

"بولتے رہو میری جان بھلا کون روکتا ہے تمہیں۔۔"

"عمران۔۔۔ عمران ۔۔۔ میں ابھی اسی وقت تم سے ملنا چاہتا ہوں۔۔"

"خیر۔۔۔ خیریت ۔۔۔ سوپر فیاض۔۔۔ کیا بات ہے۔" عمران کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔۔؟"

"یہی فون پوچھ رہے سوپر۔۔"

"میں پوچھتا ہوں۔ تم اس وقت ہو کہاں۔۔؟"

"میں ریالٹو میں جا رہا ہوں۔ وہیں آجاؤ۔ لیکن۔۔۔ لیکن پتہ پر میں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ہے۔ دراصل ادھر کچھ دنوں سے میری مالی حالت بہت پتلی ہو رہی ہے اور میں ۔۔۔ ایں بند کر دیا فون۔۔"

عمران کہتا ہی رہ گیا۔ لیکن لائن بے جان ہو گئی تھی۔

ادھر کیپٹن فیاض سرکاری جیپ کو اندھا دھند ڈرائیو کر رہا تھا۔

فیاض ریالٹو میں پہنچا تو عمران اپنے مخصوص ٹیکنی کلر لباس میں

ملبوس کسی الو کی طرح اداس ایک کونے میں بیٹھا دکھائی دیا۔

عمران کو ٹیکنی کلر لباس میں دیکھ کر فیاض اچھل پڑا۔ اس کی نگاہوں میں صبح والا ٹیکنی کلر نوجوان گھوم گیا۔

"کہیں وہ عمران ہی تو نہیں تھا۔" فیاض کے ذہن کے کسی گوشے سے آواز ابھری۔

"اگر تم ہی ہوئے تو بیٹے میں تمہاری بوٹی بوٹی کتوں سے نچوا دوں گا۔"

فیاض نے دانت پیس کر سوچا اور عمران کے سامنے والی کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا۔

اس کی سانس بری طرح پھول رہی تھی۔ بیٹھتے ہی دو گلاس پانی حلق سے اتارنے کے بعد وہ ہانپتے ہوئے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران نے حیرت سے دیدے گھمائے اور ناصحانہ لہجے میں بولا۔

"بزرگوں نے کہا ہے کہ باہر سے آتے ہی پانی مت پیا کرو۔۔۔ تمہارا کنفیوشس اس سلسلے میں کیا کہتا ہے۔ کیوں سوپر"

"عمران۔۔۔!"

فیاض جس میں اس وقت الٹی سیدھی سننے کی قطعاً تاب نہ تھی۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

فیاض کی آنکھوں میں التجا کی جھلک تھی جسے محسوس کرکے عمران نہ چاہتے ہوئے بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے سوپر۔ کہیں ان کبوتروں پر تو کوئی آنچ نہیں آگئی۔۔"

عمران نے فیاض کے کندھوں پر سجے ہوئے اسٹارز کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"عمران پلیز۔ ایک منٹ سنجیدگی سے میری بات سن لو۔"

عمران نے سر لٹکا لیا۔ جیسے سر تسلیم خم کر لیا ہو مزاج یار کے آگے

فیاض نے اپنی بیوی کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی تفصیلات سنادیں۔ اور جواب طلب نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا۔ لیکن عمران تو اونگھ رہا تھا۔

فیاض کی کھوپڑی ناچ گئی۔ اس نے لپک کر عمران کا گریبان تھام لیا۔

"تم نے سنا۔۔۔ میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"ہاں۔۔۔"

عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اپنا گریبان فیاض کے ہاتھوں سے چھڑا لیا۔ اور بولا۔

"کک۔۔۔ کیا کوئی نقصان بھی ہوا ہے میرا مطلب ہے کہ۔۔!"

"نقصان کرنے کیا یہ سب کیا کم ہے۔۔" فیاض کی آنکھیں ابل پڑیں

"میرے۔۔۔ دعیہ۔۔۔ کپتان صاحب اگر اس نابکار عاشق نے

سن لیا تو میری ہونے والی بیوی کی خیر نہیں ۔۔۔ ہائے میری ہونے والی بیوی نہ جانے کب پیدا ہو گی ۔ ؟ کیوں سوپر۔۔۔ ؟"

"بتاؤ۔۔۔ بتاؤ یہ سب کیا ہے ۔ اور تمہارے اس اشتہار کا مطلب کیا تھا ۔"

"وہ میرا ذاتی معاملہ ہے سوپر ۔ پھر اشتہار مفت میں نہیں چھپتا خاصے پیسے اٹھ گئے ۔ ان دنوں ویسے بھی میری ... مم ... میری"

"لیکن یہ واردات تمہارا اشتہار چھپنے کے بعد ہوئی ہے ۔" فیاض نے اسکی آنکھوں میں جھانکا ۔

"ارے ارے ... ایسی نظروں سے نہ دیکھو سوپر مجھے بخار آ جائیگا ۔"

عمران نے اپنی سیٹ پر سمٹ کر کہا ۔

"رحمان صاحب نے ایڈیٹر سے بات پریس کی تھی ۔ سمجھے ۔" فیاض نے اس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ۔

"پھر میں کیا کر سکتا ہوں ۔ میں کوئی ایڈیٹر تو ہوں نہیں کہ مجھے جوابدہی کی فکر ہو ۔"

عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا اور پلکیں جھپکا جھپکا کر فیاض کو دیکھنے میں مصروف رہا ۔

"پھر اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے ۔؟"

فیاض نے یہ کہہ کر جھپٹ کر عمران کا گریبان تھام لیا اور عمران ...

"ارے ۔ ارے" ہی کہتا رہ گیا ۔

ریالٹو میں بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے ایک لحیم شحیم آدمی نے جلدی سے اٹھ کر عمران کا گریبان چھڑوایا۔

"میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

فیاض غصہ سے ہونٹ چبا کر رہ گیا۔ اسے نہ جانے کیوں بار بار عمران پر ہی شبہ ہو رہا تھا۔

عمران بے دم ہو کر کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ جیبیں ٹٹول کر چیونگم کا پیکٹ برآمد کیا۔ ایک پیس اپنے منہ میں ڈال لیا۔ اور دوسرا فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ فیاض نے بھڑک کر پاؤں پٹخا۔ اور تیز تیز چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

عمران نے دوسرا پیس اس بیچ بچاؤ کرانے والے لحیم و شحیم آدمی کی طرف بڑھا دیا

موٹے آدمی نے پیس لے لیا اور منہ میں ڈال کر مسکراتا ہوا عمران کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر وہ دلچسپ نگاہوں سے عمران کا جائزہ لیتا رہا۔

"کیا بات تھی مسٹر۔ یہ کیا معاملہ تھا۔"

"معاملہ ... معاملہ ہی تو نہ بن سکا جناب۔"

"میں سمجھا نہیں ... ارے۔"

موٹا چونک پڑا۔ عمران کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"ارے تم رو نے کیوں ہو۔ مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔ میں شہر کا

سا ایک با اثر آدمی ہوں۔ ضرور تمہاری مدد کروں گا۔"

"یہ... یہ میرا ہونے والا سسر... ن... نہیں۔ خسرو... ایز خسرو۔

ارے نہیں اسے کیا کہتے ہیں جو بیوی کا والد صاحب ہوتا ہے۔؟"

"اوہ۔ آئی سی۔ یہ پولیس آفیسر تمہارا ہونے والا خسر تھا۔!" موٹا ہونٹ چبا کر بولا۔

"جی... جی ہاں۔ اب میں کیا کروں۔ کس منہ سے ریاست میں جاؤں گا۔"

"ریاست... کیسی ریاست...؟"

"ڈھمپ۔!" عمران نے مختصراً جواب دیا۔

"ڈھمپ... یہ کیا بلا ہے۔؟" موٹے نے حیرت سے دہرایا۔

"ڈھمپ بلا کو کہتے ہیں۔" عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے حالانکہ کچھ دیر قبل آنسو بے طرح بہہ رہے تھے۔ لیکن اب تو عمران اس طرح کانپ رہا تھا جیسے غصے سے پاگل ہو جائیگا۔

"معاف کرنا پرنس۔ شاید میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔!" موٹے ۴۴

بے یقینی سے ہنس دیا تو عمران چلا اٹھا۔

"کیا تمہیں میرے پرنس ہونے میں شبہ ہے۔؟"

"نہیں۔ نہیں۔ بخدا آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ دراصل آپ کی شکل تو شہزادوں جیسی ہے لیکن میں نے آج تک کوئی شہزادہ آپ کی

شکل کا نہیں دیکھا۔" موٹے کے لہجے میں مذاق کا عنصر اس وقت بھی
موجود تھا۔

"نہیں دیکھا ناں ... اسی لئے تو مجھے غصہ آگیا تھا۔" عمران نے
ٹھنڈی سانس لے کر مطمئن لہجے میں کہا۔

"ہوں... میرا خیال ہے اب مجھے چلا جانا چاہیئے۔" عمران نے کہا اور بیرے
کو بل لانے کا اشارہ کر دیا۔ بیرا مسکراتا ہوا گیا۔ اور بل لا کر میز پر
رکھ دیا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر بری طرح جیبیں ٹٹولنے
لگا۔

جیبوں کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد اس نے بے بسی سے موٹے کی طرف
دیکھا جو اس کی بدحواسی پر مسکرا رہا تھا۔

"کیوں پرنس۔ اب کیا ہوا۔"

"غضب ہو گیا۔ میرا پرس کہیں کھو گیا۔"

"کہیں آپ کے سسر تو نہیں لے گئے۔"

"ہاں... لیکن اب میں کیا اتار کر دوں۔ کوٹ یا انڈر ویئر۔ ہائے
کوئی چیز بھی تو پانچ روپے کی نہیں ..." عمران بری طرح سینے پر دو
ہتڑ چلانے لگا۔

ایک مرتبہ پھر لوگوں کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ منیجر
بھاگتا ہوا آیا اور گڑ گڑا کر بولا۔

"کہئے جناب کیا بات ہے۔؟"

"بات یہ ہے۔ میاں یہ ہوٹل سب یاگانہ ہی گارڈن۔" عمران نے

آنکھیں نکالیں۔

"جی ۔۔۔!"

"میری جیب کٹ گئی ہے۔"

"جیب کٹ گئی ہے۔ ہوٹل کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے

جناب۔!"

منیجر نے برا سا منہ بنایا۔

"تاریخ۔ ہائے یہاں بھی تاریخ جغرافیہ۔!"

"لیکن جناب آپ اس یونیفارم میں پیسے رکھتے ہی کب ہیں۔؟"

منیجر ہوا نے غلطی خیال کر لیا تھا لیکن اٹھا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ ایں۔" عمران نے کہا اور کھڑے ہونے کی

کوشش میں دوبارہ کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

اب عمران کی حالت ایسی دکھائی دے رہی تھی جیسے اسے

کوئی پل میں دورہ پڑنے والا ہے۔"

موٹا آدمی بوکھلا کر اٹھا اور عمران کو سنبھالنے لگا۔ عمران اس سے

لپٹ گیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے اوپر بری طرح

ڈھیر ہو گئے۔

موٹے نے عمران کو علیحدہ کیا اور بمشکل نیچے سے نکلا۔

سانس بری طرح پھول رہی تھی اور چہرے پر خفت کے بے پناہ تاثرات تھے۔!

اچانک عمران اچھلا اور دوسرے ہی لمحے تیر کی طرح باہر لپکا۔

سارا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا۔

موٹا برے برے منہ بناتا ہوا اچانک اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر وہ خود بھی "میرا پرس .... میرا پرس" چلاتا ہوا باہر بھاگ گیا۔

ہال میں موجود افراد کے قہقہے تھے کہ کسی طرح رکنے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔!!



شام کے وقت موسم بہت ہی سہانا تھا۔

عمران اور جولیا سمندر کے کنارے ریت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران کے چہرے پر دنیا جہان کے احمقانہ تاثرات تھے

جولیا عمران کے احمقانہ رویے سے لاپرواہ بنی لہروں کو ساحل سے ٹکراتے دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد ہی عمران کے بڑے ہی رومانٹک لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"جولی ڈارلنگ۔"!

اس وقت مجمع کے سارے لوگ عمران کی طرف متوجہ تھے اس لئے جولیا نے چپکے سے کھسک لینے میں ہی عافیت سمجھی۔

اچانک ایک لحیم شحیم آدمی سب کو اِدھر اُدھر دھکیلتا ہوا عمران تک قریب آ کھڑا ہو گیا۔

کچھ دیر وہ کڑے تیوروں سے عمران کو گھورنے کے بعد طنزیہ لہجے میں بولا۔

"کہو۔ پرنس کیا اب بھی جیب صاف کر دی کسی نے؟"

"ج... جی... آ... آپ کی تعریف۔؟" عمران نے حیرت سے اجنبی کا جائزہ لیا۔

"میرا نام گابی ہے۔ شاید تمہیں کل رپالٹو والا واقعہ یاد نہیں رہا۔"

"گوبھی۔ یہ بھی کوئی نام ہوا جناب۔" عمران نے برا سا منہ بنایا اور لوگوں نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

موٹے آدمی نے جلدی سے عمران کا ہاتھ پکڑا اور ہجوم سے الگ ہٹا لے گیا۔

جولیا ساحلی ریستوران میں بیٹھی دیکھ رہی تھی کہ ایک موٹے آدمی نے عمران کو ایک طرف گھسیٹنا شروع کر دیا ہے۔ وہ وہیں بیٹھی دونوں کو دیکھنے میں مصروف رہی۔ اس کی دانست میں عمران یہاں کسی چکر میں ہی آیا تھا؛

مسٹر گوبھی آخر ان فنڈی اسٹائل حرکتوں کا مطلب کیا ہے۔؟"
عمران نے ذرا دور ہٹ کر اپنا آپ چھڑاتے ہوئے کہا۔
"میرا نام گابی ہے۔ گوبھی نہیں۔ سمجھے۔" موٹے نے غرا کر تصحیح کی
"معاف کرنا مجھے دراصل نام بھول جانے کا عارضہ ہے"
"خیر۔ میں تم سے بہت متاثر ہوا ہوں لڑکے۔"
"ج... جی... جی ہاں۔!"
عمران نے ہکلا ہکلا کر جواباً آنکھیں پھیلائیں اور گابی کو اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ واقعی گوبھی کا پھول رہا ہو۔
"تم نے ریالٹو میں جو باکسنگ کی مشاقی دکھائی تھی وہ قابل داد تھی۔"
"ارے صاحب... وہ یعنی کہ میں... ہم... ملی۔ عمران نے گڑبڑا کر نظریں جھکا لیں۔
"تم اس قسم کے دھندے کیوں کرتے ہو..."
"پیٹ۔!"
عمران نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مضحکہ خیز لہجے میں جواب دیا۔
"تم چاہو تو میں تمہیں تمہارے شایان شان کام دلوا سکتا ہوں۔"

"ضرور... ضرور... میں آپ کا شکر گزار ہوں گا" عمران یہ کہہ کر پیچھے لگا۔

"کل آٹھ بجے رات مجھے ریالٹو میں مل لینا۔"

"بب... بہت اچھا... لل... لیکن آج تو..." عمران نے کہا اور کچھ ایسے انداز میں ادھر اُدھر دیکھنے میں مصروف ہو گیا جیسے اسے کسی شکار کی تلاش ہو اور شکار کا دور نزدیک نام نشان تک نہ دکھائی دیتا ہو۔

گابی شاید سمجھ گیا اس لئے اس نے کچھ بڑے نوٹ اُس کی طرف بڑھا دیئے۔

"انہیں رکھ لو۔"

اس نے کہا اور نوٹوں کو دیکھ کر عمران کی آنکھیں اس طرح چمکنے لگیں جیسے وہ مدت سے انہیں دیکھنے کے لئے ترس رہا ہو۔

اس نے بے صبری سے نوٹ جھپٹ لئے اور انہیں الٹ پھیر کر دیکھنے لگا۔ پھر بڑی احتیاط سے نوٹوں کو جیب میں رکھا اور تنہ چلانے لگا۔

"کل میں تمہارا منتظر رہوں گا۔" گابی یہ کہہ کر ایک طرف چل دیا۔

گابی جا چکا تھا اور عمران جولیا کی تلاش میں ادھر اُدھر دیکھنے

لگا۔

جولیا ریستوران میں بیٹھی دکھائی دی تو وہ یوں کھل اٹھا جیسے کوئی بچہ اپنی انا کو دیکھ کر دانت نکال دیتا ہے۔

وہ گنگناتا ہوا ریستوران کی طرف بڑھا اور پاس پہنچ کر تیز سیٹی کی آواز منہ سے نکالی۔

جولیا کو متوجہ کرنے کے لئے شاید اس سے بہتر کوئی اور صورت اسے سجھائی ہی نہ دی۔

اس وقت خاصا اندھیرا ہو رہا تھا۔ اس لئے جولیا خاموشی سے اٹھ کر اس کے قریب چلی آئی

عمران گنگناتا ہوا پارکنگ کی طرف بڑھتا رہا۔ اس نے جولیا کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اور اک شان بے نیازی سے کار تک پہنچ گیا۔

کار اسٹارٹ کرنے کے بعد عمران نے خاصی تیز ڈرائیونگ شروع کر دی۔

کبھی کبھی موڑ پر وہ اس قدر تیزی سے ٹرن لیتا کہ جولیا اس پر آ رہتی یا وہ جولیا پر بوجھ بن جاتا۔

جولیا خود کو کوسے بغیر نہ رہ سکی۔ بھلا اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

عمران کی فاسٹ ڈرائیونگ جاری رہی اور جولیا نے مسلسل

ہاتھ۔ تم نیچے اتر و۔"

چاروں بدمعاشوں میں سے ایک نے دروازہ کھولکر عمران کو گھورکر دیکھا اور گریبان سے پکڑ کر ڈرائیونگ سیٹ سے نیچے گھسیٹ لیا۔!

عمران بری طرح گھگھیا رہا تھا۔

"لل.... لیکن ... مم .... میرا... کک.... کوئی قصور بھی تو ہو بڑے بھائی صاحب۔!"

"خاموش رہو۔"

ایک نے غرا کر عمران پر ہاتھ چھوڑ دیا

عمران جلدی سے جھکائی دے کروار بچایا اور دوسرے ہی لمحہ دوان پر راست پڑا۔

اس سے قبل کہ وہ چاروں سنبھالے کر کوئی مشترکہ کوشش شروع کرتے عمران نے انہیں گھونسوں پر رکھ لیا۔

شاید ان میں سے کسی کو بھی توقع نہیں تھی کہ عمران ان سے بھڑ بھی سکتا ہے۔ اس لئے وہ اس غیر متوقع حملے سے بوکھلا گئے۔ اور عمران ان کی بوکھلاہٹ سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔

وہ کچھ ایسے ہی ہاتھ دکھا رہا تھا کہ چاروں کی طبیعت صاف ہو گئی۔ ان کے ہاتھ پڑتا یوں محسوس ہوتا جیسے کسی وزنی ہتھوڑے کی چوٹ پڑ گئی ہو۔

عین اسی وقت ایک غراہٹ نے سب کو چونکا دیا۔
عمران نے ہاتھ روک لیے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں گھورنے لگا۔
کچھ فاصلہ پر ایک سیاہ پوش دکھائی دیا۔ ریوالور اس کے دائیں ہاتھ میں موجود تھا اور نال ان چاروں کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔
بھ بھ... بھو... بھوت ۔ ۔ عمران کی خوف میں ڈوبی ہوئی چیخ سنائی دی۔
عمران کے قریب کھڑے ہونے بد معاش بدحواس ہو گئے ریوالور والا ٹھٹھک کر اپنی جگہ رک گیا۔
اتنا وقفہ ہی عمران کے لیے کافی تھا۔ وہ اڑتا ہوا سیاہ پوش پر جا پڑا۔ اور اسے ساتھ لیتا ہوا سڑک کے دوسری طرف ایک کھائی میں لڑھک گیا۔
جولیا جو اس وقت تک خاموشی سے عمران کے ہاتھوں کے الالاف دیکھ رہی تھی! چانک چونک اٹھی۔ اس نے جلدی سے اپنا پستول نکالا اور چاروں بدمعاشوں کو کور کر لیا۔
تم لوگ اپنی کسی بھی غلط حرکت کے خود ہی ذمہ دار ہو گے..
جولیا نے پستول والے ہاتھ کو حرکت دی اور چاروں کے ہاتھ سروں سے بلند ہو گئے۔
جولیا اندھیرے کی وجہ سے بے خبر تھی کہ عمران اور سیاہ پوش

بنا کیا ہو گزری ہے۔

اچانک سڑک کی دوسری طرف نشیب سے وہی سیاہ پوش سڑک پر آگیا۔ اس کے کندھے پر ایک بے ہوش آدمی جھول رہا تھا۔

جولیا کے دل کو دھچکا سا لگا۔

"کیا عمران بے ہوش ہو گیا۔؟" یہ سوال ایک سیکنڈ میں کئی بار اس کے ذہن میں چکرا گیا۔

نقاب پوش آدمی کو اٹھائے ان سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔

"لڑکی اپنا پستول بیگ میں رکھو اور خاموشی سے چلی جاؤ۔"

"مم... مگر...." جولیا نے کالی اس کا پستول وینٹی بیگ میں چلا گیا پھر اس نے خاموشی سے کار کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ سیاہ پوش آدمی کو اٹھائے کچھ اور قریب آگیا۔

جولیا نے غور سے بے ہوش آدمی کو دیکھا بلاشبہ وہ عمران نہیں تھا۔ جولیا کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور دوسرے ہی لمحہ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

سیاہ پوش نے دوسرے بدمعاشوں کی مدد سے بے ہوش آدمی کو اپنی گاڑی میں ڈال دیا اور پھر خود بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

اگلی گاڑی سیدھی ہو گئی اور جب وہ گاڑی خاصی آگے نکل گئی تو جولیا نے بے اختیار قہقہہ لگایا اور گاڑی گیئر میں ڈال دی۔!!

★



رحمان صاحب اپنے آفس میں بیٹھے ایک فائل کا مطالعہ کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی نے گنگنانا شروع کر دیا۔

انہوں نے محویت مطالعہ سے چونک کر فون کو گھورا اور ریسیور اٹھا لیا

"رحمان اسپیکنگ۔"

"کیا تم نے عمران کا اشتہار دیکھا ہے۔؟" دوسری طرف سے ہوم منسٹر کی باٹ دار آواز سنائی دی۔

"جی ہاں۔" رحمان صاحب کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں

"اس قسم کی بے ہودگی پھیلانے پر اخبار سے باز پرس تو کی ہو گی کیوں؟"

"یس سر۔ عمران کی ایسی ہی بے ہودگیوں کی وجہ سے میں نے اسے گھر سے نکال رکھا ہے۔"

"لیکن قانون شکنی بے ہودگی نہیں جسے رحم سے رحمان۔"
"میں سمجھا نہیں سر۔"
"عمران کا اشتہار اب عملی طور پر سامنے آرہا ہے۔"
"جناب۔ میں ابھی تک لاعلم ہوں۔"
"اخبار نے کیا جواب دیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ سرے سے باز پرس ہی نہیں کی گئی۔؟"
"باز پرس بڑی سختی سے کی جا چکی ہے جناب!"
"پھر۔!"
"اخبار کے پاس اشتہار شائع کرنے کے جواز میں خارجہ کا سفارش نامہ موجود ہے جناب۔"
"کیا۔!" دوسری طرف سے حلق کے بل چیخ کر پوچھا گیا۔!"
"یہ درست ہے جناب۔ آپ تصدیق کر سکتے ہیں!"
"ہوں۔ لیکن آج ایک احمق آدمی نے بیگم کو خاصہ زچ کیا ہے۔"
"جی۔ کیا وہ عمران تھا!۔!" رحمان صاحب کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔
"نہیں۔ وہ قطعی مختلف قسم کا نوجوان تھا۔ لیکن عمران کے اشتہار کے بعد اس قسم کی حرکات کی تمام تر ذمہ داری عمران پر ہی عائد ہوتی ہے۔"
"میں ابھی کوئی ٹھوس کاروائی کرتا ہوں۔"

"شاید تمہیں یہ بھی معلوم نہیں رحمان کہ حادثہ اب تک کئی دوسری بیگمات کو بھی پیش آ چکا ہے ۔ ۔"

"نہیں جناب ۔ مجھے ابھی تک واقعی ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"مجھے افسوس ہے رحمان ۔ عمران کو شبہہ کے طور پر ہی سہی ۔ لیکن گرفتار کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے ۔ ؟"

"بہت بہتر جناب ۔ ۔" رحمان صاحب کے ذہن میں خفت اور غصے کا طوفان کھینے لگا ۔

"سوری رحمان ۔ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ۔ ۔"

ہوم منسٹر نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا ۔ اور رحمان صاحب نے ریسیور پٹخنے کے بعد دھاڑ کر چپڑاسی سے کہا ۔

"فیاض کو بلاؤ ۔ ۔"

رحمان صاحب کا بلاوا آتے ہی فیاض بگٹٹ ان کے آفس کی طرف بھاگا ۔

پلک جھپکتے ہی وہ ان کے سامنے بیٹھا پیشانی کا پسینہ خشک کرنے میں مصروف تھا ۔

رحمان صاحب کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں ۔ انہوں نے بڑی سنجیدگی سے فیاض کی طرف دیکھا ۔

"میرا خیال ہے ۔ اب تمہیں استعفیٰ دینے میں کوئی عذر نہ ہو گا ۔ ۔"

"......ہیں.... سمجھا نہیں جناب !" فیاض کی کھوپڑی گھوم کر رہ گئی — !

"شاید اب تم یہ سمجھنے سے بھی انکار کر دو گے کہ آفیسروں کی بیگمات کے ساتھ کیا ہو رہا ہے —؟"

"وہ .... وہ سر .... وہ سب کچھ تو میری بیوی کے ساتھ بھی ہو گذرا ہے — !"

"اور تم نے مجھے اطلاع دینے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں کی —"

"وہ ضرور کوئی پاگل نوجوان ہے جناب !"

فیاض نے ساری تفصیلات کا ذکر کرنے کے بعد خاموشی سے رحمان صاحب کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ جو سنجیدگی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

"ہوں۔ کم و بیش ایک ہی قسم کی گفتگو ہر عورت سے ہوئی ہے —"

"جی ہاں۔ لیکن یہ حرکتیں میری سمجھ سے بالاتر ہے جناب !"

"تمہیں شاید علم نہیں کہ کل شام ہوم منسٹر کی بیگم بھی اس گفتگو کا شکار ہو چکی ہے —"

"جی — !" فیاض اچھل پڑا —

"اور ہاں — تم نے اس گدھے سے باز پرس کی تھی —؟"

"جی .... میں نے پوچھا تھا جناب —"

"جواب کیا رہا —"

"حسب عادت ادھر ادھر کی چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔"

"پوچھ گچھ کہاں کی تھی۔؟"

"جج... جی۔ رپالٹو میں ملا تھا۔"

"ہوں... تو آج کل رپالٹو بطور کوتوالی استعمال ہو رہا ہے۔ کیوں؟"
رحمان صاحب نے پوچھا۔ "کیا مشتبہ آدمیوں سے اس طرح باز پرس کی
کی جاتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب۔!" فیاض ہکلایا۔

"تم نے اسے کوتوالی میں بلا کر کیوں باز پرس نہیں کی۔؟"

"جج... جی... وہ دراصل آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"سر۔ عمران کی کوئی نہ کوئی مخفی سرکاری اہمیت ضرور ہے۔"

"بکتے ہو۔ تم اسی وقت اسے حوالات میں بند کر دو۔ یہ میرا
حکم ہے اور اس وقت تک ا زہیں رہنے دو جب تک وہ حقیقت
اگلنے پر آمادہ نہیں ہو جاتا۔"

"بب... بہت اچھا جناب۔" فیاض بوکھلا کر اٹھا اور ایڑیاں
جوڑ کر کھٹکھٹائیں۔

رحمان صاحب نے کسی خیال سے چونک کر ہاتھ کے اشارے
سے فیاض کو رکنے کا اشارہ کیا اور خود فون کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جو
عین اسی وقت ٹرن۔ ٹرن بجنے لگا تھا۔

"ہیلو رحمان اسپیکنگ۔!"

"یو آر سلیپنگ ڈیڈی ۔۔۔ سوری۔ کیا میں فون بند کر دوں۔؟"

دوسری طرف سے عمران بول رہا تھا۔

"اوہ۔ تو یہ تم ہو۔ کیا بات ہے۔؟" رحمان صاحب کی بھویں تن گئیں اور لہجہ مزید بھاری ہو گیا۔

"جج.... جی ... یاد آ گیا تھا۔" دوسری طرف سے عمران کی آواز رو دینے والی تھی۔

"کیا یاد آ گیا تھا۔؟" رحمان صاحب جھنجھلا گئے۔

"یہی کہ بہت دنوں سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"تو یہاں چلے آؤ۔ مجھے بھی تم سے کام ہے۔"

"جج... جی۔ اچھا۔"

رحمان صاحب نے فون بند کر دیا۔ اور فیاض کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"اب تمہیں زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرنی پڑے گی۔"

"مم.... میں ... سمجھا نہیں سر۔؟" فیاض واقعی گڑبڑا کر رہ گیا۔

"عمران ابھی کچھ دیر میں یہاں پہنچ جائے گا۔"

"اوہ۔!" فیاض ایک گہری سانس لے کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ پھر دس منٹ بعد عمران کی احمقانہ "السلام علیکم" سنائی دی۔

رحمان صاحب نے سر اٹھا کر دیکھا تو ان کی جان جل کر رہ گئی
عمران اپنی مخصوص حماقتوں سمیت مخصوص ٹیکنی کلر لباس میں
دروازے میں کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"بیٹھو۔۔۔!"

رحمان صاحب نے ہاتھ سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔
عمران کا نپتا لرزتا کرسیوں کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس کے
چہرے پر پھیلی ہوئی حماقت اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ وہ یہ
فیصلہ کرنے میں ناکام رہا ہے کہ کس کرسی پر بیٹھے۔

"میں کہتا ہوں بیٹھ جاؤ۔"

"جی... جی... اچھا۔!"

عمران گھبرا کر ایک کرسی پر بیٹھ ہی گیا۔ اس وقت اس کی حالت
اس بچے جیسی ہو رہی تھی جو کسی جرم کی پاداش میں اپنے سخت گیر
باپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہو۔

"ہاں۔ اب کہو۔؟" رحمان صاحب نے عمران کو گھورتے
ہوئے پوچھا۔

"جج... جی... ویسے تو میں چائے واٹے پی کر ہی چلا تھا۔"

"کیا بکتے ہو۔!"

رحمان صاحب کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"مم... میرا مطلب ہے اگر آپ بضد ہیں تو چائے اور 2/14

نمبر کے بسکٹ بھی کھا لوں گا۔"

"دہاشت۔"

رحمان صاحب کرسی سے اچھل کر کھڑے ہو گئے اور فیاض بالکل ہونقوں کی طرح عمران کا منہ تکنے لگا۔

"ج... جی... چ... چائے اور... بب... بس... کٹ۔"

"ہوں۔!"

رحمان صاحب چند ثانیئے عمران کو گھورتے رہے۔ پھر اٹھے اور ٹہلتے ہوئے دروازے تک جا پہنچے۔

اس سے قبل کہ عمران ان کے ارادے سے واقف ہوتا انہوں نے دروازے کے پٹ بھیڑ کر چٹخنی چڑھا دی۔

اب وہ دروازے سے ٹکے عمران کو گھور رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے شعلے نکلتے محسوس ہو رہے تھے۔

رحمان صاحب کو غصے میں دیکھ کر عمران کی گھگھی بندھ گئی۔

ظاہر ہے یہ سب اس کی توقع کے بالکل خلاف ہوا تھا۔

"اب تم مجھے بتاؤ گے کہ تم نے وہ اشتہار کیوں چھپوایا تھا اور فائیل نمبر ۲۱۲ جیسی سیکرٹ فائل کے بارے میں تم کیسے جانتے ہو۔"

"فائل نمبر ۲۱۲۔!"

عمران نے گڑبڑا کر اپنا سر ٹٹولا۔

"ہاں، تمہارا اشارہ اسی کی طرف تھا۔ بتاؤ۔"

"ہاتھ دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔!" عمران نے مضحکہ خیزی سے پلکیں جھپکا کر جواب دیا۔

"کیا۔!"

رحمان کی آنکھیں قدرے پھیل گئیں۔

"میں اب ایک اچھا پامسٹ بھی ہو گیا ہوں ڈیڈی۔!" عمران بالکل بچوں کی طرح چہکا۔

"تم سیدھی طرح بک دو۔ ورنہ مار مار کر بھرکس نکال دوں گا۔"

رحمان صاحب غصے کے عالم میں گھونسہ تان کر اس کی طرف بڑھے۔

بس عمران کو انہیں دروازے سے ہٹانا ہی مقصود تھا۔ وہ اچھلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا۔

اس سے قبل کہ رحمان صاحب اس کے ارادے سے آگاہ ہوتے عمران چیختا کراہتا باہر نکلتا چلا گیا۔

رحمان صاحب دہاڑے۔

"فیاض یہ جانے نہ پائے۔ گولی مار دو اگر نہ رکے تو۔"

فیاض پہلے تو گڑبڑا کر گرتے گرتے بچا اور پھر تیزی سے عمران کے پیچھے بھاگا۔

لیکن عمران۔۔۔ وہ تو اس وقت پانچویں شاہراہ پر ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑا جا رہا تھا۔

فیاض جب منہ لٹکائے واپس پہنچا تو رحمان صاحب غصے کے مارے میز پر گھونسہ مار کر بولے۔!
"تم دن بدن ناکارہ ہوتے جا رہے ہو۔ گدھے کہیں کے۔"
"سر... سر وہ تو ایک چھلاوہ ہے۔ مم... میں کیا کرتا۔"
"تم گدھے ہو۔" رحمان صاحب جھنجھلا کر رہ گئے۔
کچھ دیر رحمان صاحب غصے سے بل کھاتے رہے پھر بولے۔
"فائل نمبر ۲۱۴ لے کر آؤ۔"
"یس... یس سر۔!"
فیاض یوں باہر بھاگا گویا جان چھوٹی سو لاکھوں پائے۔ اس کے جانے کے بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔
رحمان صاحب نے فون اٹھا لیا۔ کال خارجہ کے آفس سے تھی۔ سر سلطان بول رہے تھے۔
فائل نمبر ۲۱۴ کو وزارت خارجہ کے دفتر طلب کیا گیا تو رحمان صاحب چونک اٹھے۔
جب ذہن سوچ بچار سے عاری ہو گیا تو انہوں نے سر سلطان سے پوچھا۔
"یہ ۲۱۴ کا کیا چکر ہے۔؟"
"بھئی کوئی بکھیڑا اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ ابھی تک خود میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔"

"کیا یہ کیسٹ تم اسی نقاب پوش ایکسٹو کے ہاں سے اٹھا لائے ہو۔؟"

"ہاں۔"

"تم کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔۔!" رحمان صاحب کی آواز قدرے بھاری ہو گئی۔

"کچھ۔ کیا بات ہے رحمان۔ آج آواز کچھ زیادہ ہی بھاری محسوس ہو رہی ہے۔؟"

"نہیں تو یونہی تمہارا وہم ہے۔ اب عمران کی حماقتیں عجیب ڈھرے پر چل نکلی ہیں۔"

"کیا ہوا ہمیں"۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی ہنسی سنائی دی۔!

"تم نے اسے بہت سر چڑھا لیا ہے سلطان۔ کسی دن وہ سلاخوں کے پیچھے ایسا جائے گا کہ یاد کرے گا۔"

"ارے بھائی آخر کیا ہو گیا ہے۔؟" سر سلطان کی آواز ابھی تک ہنسی کی وجہ سے منتشر تھی۔

"آخر عمران کو محکمہ خارجہ کی پشت پناہی حاصل ہونے کا کیا مطلب ہے۔؟"

"تم نہیں سمجھو گے رحمان۔ بہرحال تمہیں عمران جیسے بیٹے پر نازاں ہونا چاہئے۔"

"نازاں۔ ہونہہ۔ خاندان کی ناک کٹوانے پر تلا رہتا ہے اس لئے کیسا۔؟"

گردھی ہوئی تھی۔

جولیا سیاہ پوش کو دیکھ کر ٹھٹھکی۔ اپنے اعصاب پر قابو پانے کے بعد وہ غرائی۔

"کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"

جولیا یہ کہہ کر مٹھیاں بھینچے اس کی طرف بڑھی۔ لیکن اچانک اس کی نگاہ سیاہ پوش کے دائیں ہاتھ پر پڑی۔ جس میں سائیلنسر لگا ہوا ریوالور چمک رہا تھا۔

"خاموشی سے میرے قریب چلی آؤ۔ یہ ریوالور تمہاری طرح شور و غل کرنا پسند نہیں کرتا۔"

سیاہ پوش نے اپنا ریوالور والا ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اس کا لہجہ کسی درندے کی غراہٹ سے ملتا جلتا تھا۔ جولیا کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے۔

سیاہ پوش کے لہجے نے اس کے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑا دی۔

اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

جولیا نے ایک نظر فون کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں نقاب پوش پر جم گئیں۔ سیاہ پوش شاید اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"دیکھو کون ہے۔ اور یہ مت بھولنا کہ میرے ہاتھ

ہیں بے آواز ریوالور سے - جو کسی بھی غلط حرکت کو اپنی ایک آنکھ سے فوراً بھانپ لیتا ہے - " جولیانے شانے اچکائے اور ریسیور اٹھا لیا -

" جولیا اسپیکنگ - "

" ہیلو میری جان - کہو کیسی ہو - " دوسری طرف سے تنویر کی رومان پرور آواز سنائی دی - اور جولیا نے بُرا سا منہ بنا لیا -

" اس وقت رات کے کتنے بجے ہیں تمہیں معلوم ہے ؟ "

" ہاں جولی - لیکن کیا تمہیں یہ بھی احساس ہے کہ تمہارے بغیر یہ راتیں کس قدر طویل ہوتی جا رہی ہیں - "

" تو پھر میں کیا کر سکتی ہوں - " جولیا نے سوتے کر اٹھائی ہوئی آواز میں کہا -

" آؤ - اور میرے دل کی دھڑکنوں میں سما جاؤ - تاکہ وقت کی رفتار تھم جائے اور ---- ! "

" میں اس وقت مصروف ہوں - " جولیا نے جلد ہی سے اس کا فقرہ اچک لیا -

" کہو تو میں حاضر ہو جاؤں - " تنویر کے لہجے سے پتہ چلتا تھا جیسے وہ پذیرائی ہوتے ہی سر کے بل بھاگتا ہوا اس تک پہنچ جائے گا

اپنی تمامتر قوت مدافعت صرف کر دی۔ لیکن خود پر قابو پانے میں ناکام رہی۔

شاید کافی میں کوئی بہت ہی زوداثر دوا نے بے ہوشی ملی ہوئی تھی۔ جولیا اوندھے منہ فرش پر آرہی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ گر جاتی سیاہ پوش نے لپک کر اسے سہارا دیا اور فرش پر لٹکا دیا۔

سیاہ پوش نے ریوالور کو بائیں ہاتھ میں منتقل کر لیا۔ اور سیدھے ہاتھ سے جولیا کی نبض دیکھنے لگا۔

اسے اچھی طرح ہلا جلا کر دیکھا۔ پوری طرح اطمینان کر لینے کے بعد اس نے ریوالور اپنے لبادے میں رکھ لیا۔ اور کھڑکی کے قریب جا کر رک گیا۔

کھڑکی کے پٹ کھول کر اس نے نیچے جھانکا اور منہ سے الو کی تیز آواز نکالی۔ شاید یہ کسی کے لئے اشارہ کیا گیا تھا۔

دوسری طرف تنویر جولیا کی حوصلہ افزائی پر یہاں خوشی سے پھولا نہ سما رہا تھا۔ وہاں اسے حیرت بھی تھی کہ اچانک اس بت کافر نے یہ سلسلۂ لیگا نگت کہاں سے سیکھ لیا۔

اس نے کپڑے تبدیل کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی اور موٹر سائیکل نکال کر آندھی اور طوفان کی طرح جولیا کے

والے ہال کی طرف چلدیا۔

تنویر نے جیسے ہی اپنی موٹر سائیکل رہائشی فلیٹوں والی سڑک پر موڑی اسے ایک سیاہ وین دکھائی دی۔ وین بڑے مشکوک انداز میں کھڑی تھی۔

ڈرائیونگ سیٹ پر دو غنڈہ قسم کے آدمیوں کو دیکھکر تو اسے کسی بھی گڑبڑ کا پورا یقین ہو گیا۔

اس نے جولیا کے فلیٹ کی کھڑکی کی طرف دیکھا تو کھڑکی کے فریم میں سے غائب ہوتا ہوا ایک سایہ دکھائی دیا۔

اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ جولیا نے درحقیقت اسے بلانے کے لئے ہی اس کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ یہ سوچ کر اس کا منہ بن گیا۔

وہ موٹر سائیکل کو سیاہ وین کے برابر سے نکالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

الٹے ہاتھ ایک اندھیری سی گلی تھی۔ تنویر نے موٹر سائیکل ادھر ہی موڑ دی۔

کچھ آگے جا کر اس نے موٹر سائیکل روکی اور انجن بند کر کے بھاگتا ہوا گلی کی نکڑ پر پہنچ گیا۔

گلی کی نکڑ سے جھانک کر اس نے دیکھا کہ جولیا کے فلیٹ کی بتی گل ہو چکی ہے اچانک کھڑکی سے دیا سلائی کی بھڑکتی ہوئی لو دکھائی

دی۔!

تنویر نے بے قراری سے سر پر ہاتھ پھیرا۔لیکن سر پر بو الو کا کام تو دینے سے رہا۔

تنویر نے وقت دیکھنے کے لئے کلائی اٹھائی تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

یہ محض اتفاق ہی تھا کہ اس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں محدود دائرہ عمل کا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

اس قسم کی گھڑیاں سیکرٹ سروس کے ممبران کے پاس موجود رہتی ہیں۔

تنویر نے جلدی سے واچ ٹرانسمیٹر پر کال نشر کرنے کے لئے گھڑی کی چابی کو باہر کھینچا۔

گھڑی میں ایک جگہ سرخ رنگ کا ننھا سا بلب جلنے بجھنے لگا۔!

تنویر رسٹ واچ کو کان کے قریب لے آیا

"ایکسٹو۔!"

دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

تنویر نے جلدی سے واچ ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کر لیا۔

"تنویر کالنگ سر۔ تنویر کالنگ۔۔"

"بولو۔ کیا بات ہے تنویر۔۔؟"

"سر۔ جولیا اس وقت خطرے میں ہے۔۔!"

"تنویر۔۔!"

ایکسٹو کی آواز میں اسقدر جھلاہٹ تھی کہ تنویر کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"جلدی بکو۔ کیا بات ہے۔۔؟۔ فضول باتوں سے اجتناب کیا کرو۔۔!"

"یس سر۔۔!"

تنویر نے ہکلا کر کہا اور جلدی جلدی ساری پوزیشن ایکسٹو کو بتانے لگا۔

"اوہ۔۔۔ کچھ لوگ ایک بھاری بکس اٹھائے ہوئے وین کی طرف بڑھ رہے ہیں۔۔" تنویر نے گلی میں جھانک کر جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم تعاقب کرو۔ یاد رہے صرف تعاقب۔ میں کسی قسم کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔ سمجھے۔" ایکسٹو نے غرا کر کہا۔

"لل۔۔۔ لیکن باس وہ۔۔۔۔۔۔ وہ جولیا۔"

تنویر ہکلا تا رہ گیا۔ لیکن دوسری طرف سے سلسلہ کٹ گیا۔

منقطع ہو چکا تھا

جولیا کے فلیٹ کی سیڑھیوں سے چار آدمی ایک بھاری بکس کو کار تک لانے کے بعد اسے ویگن میں رکھ رہے تھے۔

تنویر گلی میں دبکا ان کو دیکھتا رہا۔

ان چاروں نے بھاری بکس کو اٹھا کر وین کے پچھلے حصے میں رکھ دیا۔

نصف شب کا عمل ہو گا۔ سڑک دور دور تک ویران پڑی تھی۔

بکس کو ویگن میں لوڈ کرنے کے بعد وہ چاروں وین میں بیٹھ گئے۔

تنویر موٹر سائیکل کی طرف بھاگا۔

اس نے تیزی کے ساتھ موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور گلی میں سیدھا لیتا چلا گیا۔

جلدی جلدی وین کے متوقع راستے کے ساتھ ملنے والی سڑک پر پہنچا۔

اس وقت ویگن چوراہے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

کچھ فاصلہ دے کر تنویر نے اس وین کا تعاقب

شروع کر دیا۔

اس وقت اس کی موٹر سائیکل کی فلڈ لائٹ بجھی ہوئی تھی۔ وہ وہاں کی عقبی بتیوں کے سہارے تعاقب کر رہا تھا۔



عمران ریالٹو میں داخل ہوا تو ہمیشہ کی طرح لوگوں کی اکثریت اسے دیکھنے پر مجبور ہوگئی۔

وہ اپنے مخصوص ٹیکنی کلر لباس میں جہاں بھی جاتا، جدھر سے بھی گذرتا لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا تھا۔

کچھ لوگ اسے زندہ دل تصور کرکے زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے دیکھکر خوش ہوتے۔ کچھ ناک بھوں چڑھاتے اور چند ایک نے تو اس کی طرف توجہ ہی دینی بند کر دی تھی۔

لیکن اسے اس کی کیا پرواہ ہوسکتی تھی ـــ وہ سب سے بے نیاز اپنی دھن میں مست رہنے والا آدمی تھا۔

عمران نے اندر داخل ہوکر چندھیائی ہوئی آنکھوں سے

پورے ہال کا جائزہ لیا۔

ایک میز پر اسے صفدر دکھائی دیا۔ صفدر اس وقت میک اپ میں تھا۔ اس کے چہرے پر کسی سنجیدہ اور اصول پرست بوڑھے کے سے تاثرات تھے۔

صفدر کی نگاہیں عمران سے ٹکرائیں۔ تو اس نے منہ پھیر لیا۔

جیب سے سگریٹ نکال کر سلگانے کے بعد صفدر نے نیم باز نگاہوں سے عمران کو گھورنا شروع کر دیا۔ جو اس وقت اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی خاص آدمی کی تلاش رہی ہو۔

اچانک ایک ویٹر عمران کے قریب آکر رکا۔ "وہ صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"کک... کون...؟" عمران بوکھلا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"وہ — اُدھر۔"

ویٹر نے ہال کے کونے میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

عمران نے ادھر دیکھا اور پھر اس کے لپکنے کا انداز بھی دیکھنے والا تھا وہ تقریباً سرپٹ بھاگتا ہوا اس آدمی کی میز تک پہنچا تھا۔

"مسٹر.... دھ .... دھو .... دھوبی .... ار ... ارر ... مسٹر ... گگ
... گو ... گوبھ ...." معاف کیجئے گا میں آپ کا نام یاد نہیں رکھ سکا۔"
عمران گابی سے مصافحہ کرتے ہوئے ہکلایا۔
"بیٹھو ... بیٹھو ... میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"
"بیٹھ گیا ... بیٹھ گیا۔!"
عمران یہ کہہ کر ہانپتا ہوا بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر بے چینی سے پہلو بدلتا
رہا۔ جیسے کوئی خاص بات بتانے کے لئے بے چین ہو۔ آخر بڑے
رازدارانہ لہجے میں بولا۔
"پچھلے ماہ جو لڑکی آپ کی دھلائی کا بل مار کر بھاگ گئی تھی
میں نے اس کا پتہ چلا لیا ہے۔" عمران کا لہجہ لگاوٹ سے
بھرپور تھا۔
گابی نے اس کی بات سن کر پہلے تو حیرت سے عمران کا جائزہ
لیا پھر برا سا منہ بنا لیا۔
"یہ تم کیا بکنے لگے۔"
"اوہ معاف کرنا۔ کبھی کبھی مجھے وہ دھوبی یاد آجاتا ہے
جس کا بل ادا کئے بغیر ایک لڑکی سان فرانسسکو بھاگ گئی
تھی۔"
"خیر ... خیر ... یہ بتاؤ کیا پیو گے۔؟"
"نج ... جی ... کافی کریم والی ۔۔۔"

"ارے میں نے پوچھا تھا۔ کونسی پینا پسند کرو گے۔؟"
"شش... شراب .... ارے باپ رے۔" عمران بری طرح منہ پیٹنے لگا۔
"ارے تم نہیں پیتے۔؟" گابی نے حیرت سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہ... نہ جانے مجھے شراب کیوں اچھی لگتی ہے۔ مگر میں پی نہیں سکتا۔"
"پسند ہے۔ مگر پی نہیں سکتے۔ بھلا کیا بات ہوئی۔؟"
"دراصل مجھے شراب کے رنگ سے کراہیت محسوس ہوتی ہے۔"
"رنگ سے کراہیت۔!" گابی کا چہرہ حیرت سے بگڑ گیا۔
"اور بُو بھی کچھ خوشگوار نہیں ہوتی۔"
"بات سمجھاؤ تو کچھ پلے بھی پڑے۔" گابی نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔
"در... دراصل شراب کا رنگ بھینس کے پیشاب سے ملتا جلتا ہوتا ہے ناں اس لیئے۔!"
"گندی باتیں کرتے تمہیں گھن نہیں آتی۔؟"
گابی نے پورے کا پیگ ایک جھٹکے سے میز پر پٹخ دیا اور

جیب سے رومال نکال کر ناک پر رکھ لیا۔

"مرغیوں میں آپ کو کونسی عادت زیادہ پسند ہے۔ کڑکڑانا یا..... !"

"بس... بس۔ تم بیکار باتوں کا ذخیرہ معلوم ہوتے ہو۔ ہاں۔ میں نے تم سے کام دلانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ارے...!"

عمران اچانک سنجیدہ اور مؤدب ہو کر بیٹھ رہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے انٹرویو دینے کے لئے خود کو تیار کر رہا ہو۔

"تمہیں ایک شخص کے گھر سے کچھ کاغذات غائب کرنے ہیں۔"

"چ چ... چوری.... ارے باپ رے۔"

عمران کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی کچھ دیر بعد مارے خوف کے اس کا پیشاب خطا ہو جائے گا۔

"اس سلسلے میں تمہیں فی الحال پانچ ہزار ایڈوانس دے سکتا ہوں۔" گابی نے یہ کہہ کر نوٹوں کا پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا

نوٹوں کی جھلک دیکھتے ہی عمران کھل اٹھا۔ اس نے جلدی سے نوٹوں کی گڈی کو جھپٹا مارا اور اپنی جیب میں ٹھونس لیا۔ پھر بہک کر بولا۔

"ارے تو یوں کہو ناں۔ اب کچھ کاغذات تو کیا میں کانوں بنانے

کا پورا کارخانہ غائب کر سکتا ہوں ۔ ہاں ۔ !"

"تم باتیں بہت بناتے ہو ۔ مجھے باتیں کم اور کام زیادہ چاہیئے اور ہاں اس کام میں میرے دو ایک ساتھی بھی تمہارے معاون ہوں گے ۔"

"اب تم مجھے ان کاغذات کے بارے میں بتاؤ ۔ اور ہاں وہ شخص کون ہے جس کے ہاں سے کاغذات اڑانے ہیں ۔ ؟"

"تمہیں اس قسم کی تفصیلات سے کوئی غرض نہ ہونا چاہیئے ۔ بس کام سے کام رکھو ۔ ابھی کچھ دیر میں میرے دونوں آدمی یہاں آجائیں گے تمہیں ان کے ساتھ جانا ہے ۔ !"

"اچھا ۔ !"

عمران نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا ۔

"لیکن کاغذات کے بارے میں اصولاً آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور بتا دینا چاہیئے ۔ خیر نہ بتاؤ کچھ نہ کچھ تو میں بھی سمجھ ہی رہا ہوں ۔ !"

"ویل ۔ !"

گاڈ کرسی پر بے چینی سے پہلو بدلنے لگا ۔ "تم ان کاغذات کے بارے میں کیا جانتے ہو ۔ ؟"

"بس اتنا کہ وہ تمہارے نکاح کے کاغذات ہیں ۔ اب میں اتنا بچہ بھی نہیں ہوں کہ یہ بھی نہ سمجھ سکوں کہ تم اپنی بیوی سے بہت بیزار ہو چکے

بگدھے ہو تم ۔ !"

گلابی کھسیا گیا اور کچھ دیر بعد اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی پھر وہ نسبتاً پرسکون ہو کر ہنسنے لگا ۔

عمران ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کرسی سے ٹک گیا ۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں ۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے اس کے ہونٹوں سے خراٹوں کا پروگرام دھیمے سروں میں نشر ہونے لگا ۔

گلابی جن نگاہوں سے عمران کا جائزہ لے رہا تھا ۔ ان سے ظاہر ہے وہ ہولق ہو نہ لگ رہا ہوگا ۔

تھوڑی دیر بعد اس نے جھٹکا اور پورٹ کا بیگ اٹھا کر سینے سے لگا لیا ۔

گلابی نے دو ایک بار عمران کو متوجہ کرنے کے لئے اسے آوازیں بھی دیں لیکن اسے مایوسی ہوئی ۔

اس کی آوازوں کے جواب میں عمران نے اس طرح منہ چلانا شروع کر دیا تھا جیسے بچہ خواب میں مٹھائی کھا رہا ہو ۔

تقریباً آدھ گھنٹہ بعد عمران نے اپنے قریب قدموں کی آہٹ محسوس کر کے آنکھیں کھول دیں ۔

نووارد صورت سے ہی چھٹے ہوئے بدمعاش لگتے تھے ۔ عمران دل ہی دل میں ہنسا اور پھر ان کی طرف متوجہ ہو گیا ۔

تم ان کے ساتھ جاؤ گے۔ یہ تمہیں اس مقام تک پہنچا دیں گے اور کسی بھی کڑے وقت میں مدد کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔"

"چچ .... چلو۔ بھٹی میں بھی بے دریغ چلے جانے والوں میں سے ہوں۔"

عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں گھمائیں۔ اور کرسی سے اٹھ گیا۔

بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے وقت عمران نے صفدر کو دیکھا۔ وہ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

دراصل صفدر اس الجھن کا شکار ہو گیا تھا کہ عمران کا ساتھ دینے کے لئے اس کا تعاقب کرے یا گابی کی نگرانی کرنے کے لئے وہیں جا رہے۔!

عمران نے شاید اس کی بے چینی کا مقصد سمجھ لیا تھا۔ اس لئے اس نے آنکھوں کی مخصوص گردش سے اشارہ کیا۔ اور باہر نکلتا چلا گیا۔!

پارکنگ میں ایک نیلگاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ عمران کے دونوں ساتھی خاموشی کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر جم گئے۔

عمران دوسری طرف کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ سیاہ وین ریالٹو سے باہر آ کر ایک طرف روانہ ہو گئی۔!

بیس منٹ تک وین مختلف سڑکوں کو ناپتی رہی۔ پھر وین کا رخ بونس روڈ کی طرف مڑ گیا۔

عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ دونوں اس وقت تک محض وقت گزاری کے لئے ادہر ادہر گھومتے رہے ہیں۔

بونس روڈ کے چوراہے سے الٹے ہاتھ ایک تاریک سی سڑک پر مڑنے کے بعد وین ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی۔

"وہ سامنے والا فلیٹ دیکھ رہے ہو۔" ایک نے عمران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن میں اپنی دوربین گھر بھول آیا ہوں۔"

"دوربین۔!"

دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "دوربین سے تم کیا کرتے ہو۔!"

"دراصل میں دور کی چیزوں کو دوربین سے دیکھتا ہوں۔ اور مطالعہ کے لئے خوردبین استعمال کرتا ہوں۔!"

عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ اور دونوں نے برا سامنہ بنالیا۔ ایک نے نسبتاً کھڑے لہجے میں سامنے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس فلیٹ کی کھڑکی تمہیں کھلی ملے گی۔ بس تمہیں پائپ کے سہارے اوپر چڑھنا ہے۔"

"ہں .... لیکن کھڑکی کھلی کس طرح ہوگی۔ تم کوئی نجومی تو نہیں ہو ذرا میرا ہاتھ تو دیکھنا۔!"

عمران نے بڑی بے تکلفی سے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔

"میں فضول باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ سمجھے۔"

"اچھا۔ اچھا۔ میں نے سمجھا شاید تم پسند کرتے ہو۔!"

"بس۔"

اس مرتبہ اس کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔ عمران نے مسمی سی صورت بنائی اور کانپتا ہوا نیچے اتر گیا۔ اس کے اترتے ہی ایک نے دوسرے سے کہا۔

"اس کو نہ جانے اس قسم کے گدھوں کی فکر کیوں لاحق رہتی ہے۔"

"تم چپ رہو۔ یہ آدمی بظاہر جس قدر احمق ہے درحقیقت اتنا نہیں۔"

"لیکن اس حرکت کا مقصد۔؟"

"دیکھتے رہو۔" دوسرا بڑبڑایا۔ اور فلیٹ کی جانب دیکھنے لگا۔

عمران پائپ پر کسی بندر کی طرح تیزی سے چڑھ رہا تھا۔

"یہ دیکھ لو اپنے گدھے کو۔ کیا تم نے کبھی کوئی ایسا گدھا دیکھا ہے جو اسقدر آسانی سے پائپ پر چڑھ سکتا ہو۔؟"

"ہوگا یار چھوڑو۔"

دوسرا شاید کچھ زیادہ ہی بیزار تھا۔ بڑبڑا کر خاموش ہوگیا۔

عمران پائپ کے سہارے کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پائپ کو چھوڑ کر کارنس پر چھلانگ لگائی۔

دوسرے ہی لمحے وہ کھڑکی کے پٹ کھول رہا تھا۔ کھڑکی کے پٹ دھکیل کر وہ کمرے میں کود گیا۔

کمرے میں تاریکی تھی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ عمران نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور اس کی مدہم روشنی میں سوئچ بورڈ تلاش کرنے لگا۔ سوئچ تلاش کر کے اس نے کمرے میں روشنی کر دی۔

جیسے ہی کمرے میں روشنی ہوئی عمران کو ایک انسانی کراہ سنائی دی وہ چونک اٹھا۔

مڑ کر دیکھا تو فرش پر اوندھا گرا ہوا ایک آدمی دکھائی دیا۔

گولی غالباً اس کے سینے میں لگی تھی۔ وہ دو ایک بار تڑپا اور پھر ہمیشہ کے لئے پُرسکون ہوگیا۔

سینے سے خون بہہ بہہ کر فرش پر جمع ہو رہا تھا ریوالور لاش سے کچھ فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔

عمران نے لمحہ بھر کے لئے حیرت سے دیکھے پھاڑے دوسرے ہی لمحہ وہ دروازے کی طرف لپکا۔

یہ خیال فوری طور پر ہی اس کے ذہن کے کسی گوشے سے ابھرا کہ اسے قتل کے جرم میں پھانسنے کی سازش کی گئی ہے۔ لیکن اب مقدرات کو کیا کہئے...؟

جیسے ہی وہ دروازے کے نزدیک پہنچا۔ دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھلا ـــــ اور فیاض کا غضب ناک چہرہ دکھائی دیا۔

"ہیلو سوپر ـــــ!"

عمران اسے دیکھ کر چیخا

فیاض نے ایک نظر عمران کو دیکھا۔ اور اس کی نگاہیں لاش پر جم گئیں۔

"ہتھکڑیاں لگا دو ـــــ"

فیاض نے سب انسپکٹر کو حکم دیا۔

عمران اچھل کر دور ہٹ گیا۔ وہ اس وقت بری طرح کانپ رہا تھا۔

"دل ..... لیکن سوپر ..... یہ ..... قتل میں نے تو نہیں کیا۔ ـــــ"

"یہ سب باتیں عدالت میں کہی جاتی ہیں مائی ڈیر۔" فیاض نے چہکتے ہوئے کہا۔

"سچ کہتے ہیں لوگ یہ پاپی پولیس بڑی ہرجائی۔" عمران نے رو دینے والے لہجے میں گلا کر کہا

سب انسپکٹر نے ہتھکڑیاں عمران کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔ فیاض لمحہ بھر کے لئے چونک اٹھا۔

عمران نے اس طرح خاموشی سے ہتھکڑیاں کیوں کر پہن لیں۔ یہ خیال فیاض کے ذہن میں کچوکے لگانے لگا۔

لیکن وہ خوش تھا۔

بات تھی ہی خوشی کی۔ اس کی برسوں پرانی خواہش جو پوری ہوگئی تھی۔

اس نے غرور سے تنی ہوئی گردن کو اور بھی اکڑا کر فخریہ انداز میں عمران کو گھورا۔

"کیوں عمران صاحب اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"فی الحال تو میں یہ سوچ رہا ہوں سوپر کہ خدا کرے ہر قتل ہوتے ہی پولیس اسی طرح موقع پر پہنچ جایا کرے تاکہ قاتل رنگے ہاتھوں گرفتار ہو جایا کریں"

"ہوں۔۔"

فیاض سوچ میں پڑ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس اتفاق کو کیا سمجھے

کہ ادھر قتل ہوا اور اُدھر وہ موقع واردات پر پہنچ گیا۔
اسے بیس منٹ پیشتر قتل کی اطلاع ملی تھی اور جب وہ عملے سمیت وہاں پہنچا تو اسے فائر کی آواز سنائی دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قتل کی اطلاع ملنے کے بیس منٹ بعد قتل ہوا ہے۔"

اس نے سر جھٹک کر کندھے اچکائے اور آگے بڑھا۔ رومال سے ریوالور کی نال پکڑ کر ریوالور اٹھا لیا۔ پھر عمران کی نگاہوں کے سامنے لہرا کر بولا۔

"اسے کیا کہتے ہیں عمران ڈیئر۔!"

"ننھی توپ سوپر۔۔۔ ویسے اس ننھی توپ پر میری انگلیوں کے جتنے بھی نشانات تم ڈھونڈھ سکو اتنے ہی لاکھ روپے مجھ سے انعام لے لینا۔"

عمران نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بکو مت۔"

فیاض جھنجھلا گیا۔

"میں ابھی رحمان صاحب کو فون کر کے بلاتا ہوں۔ وہ بھی تمہیں اس روپ میں دیکھ کر خوش ہوں گے۔"

"نن۔۔۔ نہیں سوپر۔ خدا کے لئے ایسا غضب بھی مت کرنا میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ رات بھر گھر میں بے چینی رہے۔ تمہیں قسم ہے ان تمام کیسوں کی جو۔۔۔ جو۔۔۔ جو۔۔۔ ہم نے۔۔"

عمران نے یہ کہکر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور فیاض کی طرف دیکھنے لگا اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"اچھا بیٹا ۔۔۔ لیکن صبح تو انہیں ہر حال میں رہا ہو کر رہے گی ۔ ؟"

فیاض طویل سانس لے کر بولا ۔

شکریہ سوپر ۔۔۔ میں تمہاری اس احسان فراموشی۔ نہیں ۔۔۔ وہ کیا کہتے ہیں ۔ ہاں ۔۔۔ یاد آیا۔ اس کو کبھی نہ بھولوں گا ۔۔۔!"

عمران نے تشکر آمیز نگاہوں سے فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو یہ بھی سہی ویسے کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ اس بیچارے نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔

"یہ ۔۔۔۔ یہ مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ میں تمہاری ہونے والی بیوی سے عشق کروں گا۔ ہپ ۔ !"

"کیا ۔۔۔ ؟"

فیاض یوں اچھلا جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔!

"ہوں ۔۔۔ اسے کوتوالی لے جا کر بند کر دو۔ اور ہاں فنگر پرنٹ کے عملے کو فون بھی کر دینا ۔ ۔

فیاض نے سب انسپکٹر کو حکم دیا۔ اور خود کمرے کا جائزہ

لپیٹنے میں مصروف ہو گیا۔

سب انسپکٹر نے عمران کو دوسرے سپاہیوں کی مدد سے باہر گھسیٹا۔

عمران بکرے کی طرح میں... میں کیے جا رہا تھا۔ لیکن وہاں کون سنتا۔

پولیس والے اسے کشاں کشاں ویگن کی طرف لے گئے۔ اور بڑی بے دردی سے اندر دھکیل دیا۔!

ویگن کوتوالی روانہ ہو گئی۔۔۔!!



جولیا طویل بے ہوشی کے بعد ہوش میں آئی۔

آنکھیں کھلتے ہی اس نے انگڑائی لینے کیلئے بانہیں پھیلانے کی کوشش کی۔ لیکن ایک بے ساختہ سسکاری اس کے منہ سے نکلی اور انگڑائی دھری کی دھری رہ گئی۔

وہ ایک لوہے کی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھ پشت پر سختی سے بندھے ہوئے تھے۔ دونوں ٹانگیں کرسی کے سامنے والے پایوں کے ساتھ کسی ہوئی تھیں۔ بقیہ جسم رسی سے بری طرح جکڑا ہوا تھا۔ رسیاں اس قدر تنگ تھیں کہ ذرا سی حرکت چیخنے کے علاوہ کوئی اور نتیجہ پیش نہ کر سکتی تھی۔

ایک آدھ منٹ اسی دیکھ بھال میں گزر گیا۔ پھر وہ [illegible] سنجیدہ ہو گئی۔ اس کے سامنے اسی کی طرح بندھا ہوا تنویر دکھائی دیا۔

اس کی گردن سینے پر ڈھلکی ہوئی تھی. پہلی نظر میں تو یہ محسوس ہو

جیسے وہ مر چکا ہے -

"تو تم بھی میرے ساتھ ہی آن مرے -" جولیا نے برا سامنہ بنا کر سو

اس کی نگاہوں میں رات کا منظر گھوم گیا -

"ضرور تنویر سے کوئی بے احتیاطی ہوئی ہوگی. ورنہ چوہوں کی طرح

تو ہم بھی نہ پکڑا جاتا -"

جولیا نے دوبارہ نگاہ اٹھا کر تنویر کی طرف دیکھا اس کی گردن

اس وقت بھی ڈھلکی ہوئی تھی -

جولیا نے نگاہیں اس چہرے سے ہٹائیں اور گردن کو جہاں تک گھما سک

تھی گھما کر کمرے کا جائزہ لیا -

بناوٹ کے لحاظ سے کمرہ کسی جدید ترین عمارت کا حصہ دکھائی د

تھا - لیکن کمرے میں ہلکی سی گھٹن اور تہہ خانوں کی مخصوص بو محسوس کر

وہ سمجھ گئی کہ یہ کمرہ ضرور عمارت کے نیچے واقع ہے -

اچانک اسے تنویر کے جسم میں حرکت محسوس ہوئی. اس نے

چونک کر تنویر کی طرف دیکھا

تنویر ہوش میں آگیا. اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں - تاہم وہ آنکھ

کو بار بار اس طرح جھپکا رہا تھا - جیسے اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈو

ہوا ہو - !

کچھ دیر آنکھیں پھاڑنے کے بعد تنویر کو سچویشن کا اندازہ ہو گ

جولیا پر نگاہ پڑی تو وہ کھسیا گیا۔

"ہم کہاں ہیں جولیا۔"

"تم ہی بہتر بتا سکتے ہو۔" جولیا بدمزگی سے بولی۔

"دماغ کو ٹھنڈا رکھو۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئیے"

"جلدی سے دیو ہو جاؤ۔ دروازے کو توڑ ڈالو اور دیواریں اکھاڑ کر پھینک دو۔ پھر ہم یہاں سے نکل سکیں گے۔"

"آخر تم مجھ پر کیوں جھلا رہی ہو ---؟"

"میں پوچھتی ہوں کیا تعاقب کرتے وقت تم نے آنکھوں پر پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔"

"میں شرمندہ ہوں دراصل مجھے احساس نہیں رہا کہ میں ان کے بہت قریب رہ کر تعاقب کر رہا ہوں۔ بہرطور تم اطمینان رکھو جلد ہی کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔"

"کیوں نہیں... کیوں نہیں۔" جولیا طنزیہ لہجے میں بولی "آخر تم اس خوش فہمی میں کیوں کر مبتلا ہو۔"

"میں نے تعاقب شروع کرنے سے قبل ایکسٹو کو کال کر دی تھی۔"

"کب ... کیسے۔"

جولیا نے خوشی سے کھل کر پوچھا۔

"واچ ٹرانسمیٹر پر۔" تنویر نے یہ کہہ کر اپنی کلائی کی طرف دیکھا۔ گھڑی غائب تھی۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

"میرا خیال ہے ہم کسی منظم گروہ کی قید میں ہیں نہ جانے یہ لوگ کون ہیں۔؟"

"میں نہیں جانتی۔ نہ جانے یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں۔"

"تم فکر نہ کرو تمہارے ساتھ شایان شان سلوک ہو گا۔" تنویر نے آنکھ دبا کر شریر سے لہجے میں کہا۔ اور سوزی جھلا کر اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔

اچانک ان کی گفتگو کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ دونوں قدموں کی چاپ سننے لگے جو دروازے کی دوسری طرف سے قریب تر آتی محسوس ہو رہی تھی۔

قدموں کی آہٹ دروازے کے ادھر آ کر ختم ہو گئی۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ آنے والوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہے۔

عین اسی وقت تالے میں چابی گھومی اور دروازہ ایک زور دار جھٹکے سے کھل گیا۔

انہوں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ جیسے ہی دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلا۔ ایک نقاب پوش اس دروازے میں دکھائی دیا۔

نو وارد خاصے ڈیل ڈول کا آدمی تھا۔ وہ دروازے کے فریم میں بمشکل سما رہا تھا۔

اس کی نقاب میں دو سوراخ تھے جن سے اس کی سرخ آنکھیں لال بلبوں کی طرح جلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

جولیا نے لمحہ بھر کے لئے اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر جھرجھری لے کر منہ پھیر لیا۔

تنویر البتہ کڑے تیوروں سے سیاہ پوش کو گھور رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ لبادے پر ایک عجیب الخلقت جانور کی تصویر کڑھی ہوئی تھی۔

وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ نوارد اگر اس گروہ کا سرغنہ نہیں ہے تو کوئی اہم شخصیت ضرور ہے۔

سیاہ پوش اندر داخل ہوا تو دو اور سیاہ پوش دکھائی دیئے۔ یہ دونوں غالباً اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ سیاہ پوش کے ذہین ذہے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دونوں اس کے پیچھے کیوں رے دکھائی نہ دیتے تھے۔

"لڑکی ـــــ تمہارا یہ پوچھنا کہ تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ اور ہم کون ہیں سراسر وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا تم صرف جواب دینے کے لئے خود کو تیار کرلو۔"

"میں نہیں سمجھتی کہ میں تم جیسے لوگوں کو کسی طور جوابدہ ہو سکتی ہوں۔"

جولیا نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے کہہ تو دیا۔ لیکن اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ نوارد کی آنکھوں نے اس کے اعصاب کو کچھ اسی طرح سے متاثر کیا تھا۔

"ہم ۔۔ عمران کے بارے میں بتاؤ ۔"

"وہ میرا دوست ہے اور بالکل بے ضرر آدمی ہے ۔۔"

"میں اس کی سرکاری اہمیت کے بارے میں پوچھ رہا ہوں ۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے ۔ وہ کبھی کسی کا پابند نہیں رہا ۔"

"اچھا ۔ ایکسٹو کون ہے ۔ ؟"

"ایکسٹو ۔۔ !"

جولیا اور تنویر دونوں چونک پڑے

"ہاں ایکسٹو ۔۔ ؟"

سیاہ پوش غرایا ۔

"ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں جانتا ۔۔" جولیا جلدی سے بولی ۔

"اور شاید یہ نام بھی تم نے پہلی بار میرے ہی منہ سے سنا ہے ۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو ۔ !"

تنویر نے کہا ۔

"مت بھولو کہ تمہاری ساری گفتگو ڈکٹا فون پر سنی جا چکی ہے ۔۔"

جولیا اور تنویر دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو گھورنے لگے ۔۔

"میں تم دونوں کو سوچنے کے لئے صرف پانچ منٹ کی مہلت دے سکتا ہوں ۔۔ اس کے بعد ۔۔۔ ؟" سیاہ پوش نے یہ کہہ کر [illegible] ہوئے

تنویر اور جولیا کو گھورا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔

سیاہ پوش ٹہلتا رہا۔ تنویر اور جولیا بغور اسے دیکھتے رہے۔ نہ جانے تنویر نے کیا کیا سوچ ڈالا ہو۔ البتہ جولیا کے ذہن میں اس کا پراسرار چیف ابھر رہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ کیا ہمیشہ کی طرح وہ اس وقت بھی ان کی حالت سے واقف ہوگا۔ کیا آج بھی بر وقت وہ انہیں بچا سکے گا۔

جولیا سوچتی رہی پھر سر جھٹک کر سیاہ پوش کی طرف متوجہ ہوگئی جو اس وقت بھی بڑی بے نیازی سے ٹہلنے میں مصروف تھا۔ اچانک جولیا بول اٹھی۔

"اگر تم صرف عمران کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو ہمیں جو کچھ بھی معلوم ہے بتانے کے لئے تیار ہیں۔"

"ہم ۔۔۔!" سیاہ پوش ٹہلتے ٹہلتے رک گیا اور غور سے جولیا کو دیکھنے لگا۔ شاید وہ یہ سمجھا تھا کہ جولیا خوفزدہ ہو گئی ہے اور سب کچھ اگلنے پر تیار ہو گئی ہے۔ لیکن جولیا کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر اسے بہت مایوسی ہوئی۔

"کچھ دیر اور صبر کرو لڑکی پانچ منٹ گذر جانے چاہئیں۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر۔ پانچ منٹ گذرنے کے بعد بھی تم ہم سے اتنا ہی معلوم کر سکو گے جتنا ہمیں معلوم ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ آخر انتظار کر لینے میں حرج ہی کیا ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" تنویر نے غرا کر کہا اور ہونٹ بھینچ لیے
سیاہ پوش ایک جھٹکے سے مڑا اور دوبارہ ٹہلنے لگا۔ اور وہ اس وقت تک ٹہلتا رہا جب تک کہ مہلت کا وقت ختم نہیں ہو گیا۔

گھڑی پر وقت دیکھ کر وہ رک گیا اور جولیا پر نگاہیں گاڑ دیں جولیا نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھوں کی سرخی کچھ اور بڑھ گئی ہے۔ اس نے پھر جھرجھری لے کر منہ پھیر لیا۔

"انہیں کرسیوں سے باندھ دو۔" سیاہ پوش نے مؤدب کھڑے ہوئے دونوں [illegible] کو حکم دیا۔ دونوں نے تعظیم کے لئے کمریں خم کیں اور الیکٹرک وائروں کو ان کی کرسیوں سے باندھنے لگے۔

بجلی کی تاریں ان کی لوہے کی کرسیوں سے بندھ گئیں۔ تو "اب!" سیاہ پوش اگلے حکم کی بجا آوری کے لئے مستعدی سے کھڑے ہو گئے۔

"ہوں! اب تم سب سے پہلے عمران کے بارے میں بتا سکتے ہو۔"

"وہ صرف ایک انفارمر ہے۔"

"تم خود کس سے متعلق ہو۔؟"

"میں ایک فرم کا ڈائریکٹر ہوں۔"

"ہوں۔ عمران کے بارے میں اور کچھ۔؟"

"اس سے زیادہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی نہ بتا سکے گا۔"

"ایکسٹو کون ہے۔؟"

"بکے جاؤ۔"

تنویر چلا گیا۔

"اچھا۔ سوئچ آن کردو۔"

ایک سیاہ پوش نے جو سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر سوئچ آن کر دیا۔

بجلی کی لہر بڑی تیزی سے جھٹکا مار کر تنویر کے جسم میں سرائیت کر گئی۔ وہ بے ساختہ چیخ اٹھا۔

سارا جسم لمحہ بھر کے لئے سفید ہو گیا۔ جیسے خون کی بوند بوند خشک ہو گئی ہو۔

جولیا نے منہ پھیر لیا۔

"آف کر دو سوئچ۔!"

حکم ملتے ہی کرنٹ روک لیا گیا اور تنویر کا اکڑا ہوا جسم ایک جھٹکے سے ڈھیلا ہوتا چلا گیا۔

"ایکسٹو کون ہے۔؟" اس مرتبہ سوال جولیا سے کیا گیا۔

"میں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"آن کر دو سوئچ۔"

سوئچ آن کر دیا گیا۔ اور جولیا کو اپنے جسم میں شدید جھٹکا

محسوس ہوا۔ ایسا جھٹکا۔ جس سے اس کا ذہن جھنجھنا اٹھا۔ وہ تڑپ اٹھی اور ہذیانی انداز میں بولی۔

"وہ۔۔ وہ تم سب کو جہنم میں پہنچا دے گا۔"

"ہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔" سیاہ پوش نے حلق پھاڑ کر طویل قہقہہ لگایا۔ اور ہاتھ کے اشارے سے سوئچ آف کرنے کا حکم دیا۔ کرنٹ روک دیا گیا۔

جولیا کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔

"جب تم ان کے بارے میں جانتی ہی نہیں تو یہ دھمکی کیسے دے رہی ہو۔"

"تشدد کی انتہا کر کے دیکھو۔ تمہارے ان سوالات کا جواب دینے سے خود کو بھی معذور پاتی ہوں۔"

پرنس نے گھور کر جولیا کو دیکھا جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ وہ کس حد تک سچ بول رہی ہے۔ پھر وہ ایک جھٹکے کے ساتھ مڑا کر کمرے سے باہر کی طرف لپکا اور کہتا گیا۔

"انہیں اس وقت تک جھٹکے دیتے رہو۔ جب تک یہ کوئی کارآمد بات نہ بتا دیں۔"

کمرے میں تنویر اور جولیا کی چیخیں ابھرتی اور معدوم ہوتی رہیں!!



گاڑی کوتوالی جا کر رک گئی۔

سب انسپکٹر نے حسب عادت عمران کو گدی سے پکڑ کر گاڑی سے
1 نیچے دھکیل دیا۔ عمران نے برا سا منہ بنایا اور بڑبڑایا۔

"قاتل ہوں۔ کوئی چور اچکا تو ہوں نہیں۔ دھکوں پر دھکے دیئے جا رہے ہو۔"

"چونچ بند رکھو اور چلو اندر۔" ایک سپاہی نے اسے ٹہوکا دیا۔

عمران ان کے ساتھ رپورٹنگ آفس میں آیا۔ اب وہ وہاں کے ڈیوٹی انچارج کے سامنے کھڑا کانپ رہا تھا۔ چہرے پر نقاہتوں کی تہیں دبیز ہوتی جا رہی تھیں۔ جسم یوں کانپ رہا تھا جیسے تپ لرزہ کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو۔

انچارج نے دلچسپ نگاہوں سے عمران کو دیکھا اور وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ نہ روک سکا۔ لیکن جب عمران نے کا بیٹھے کیا بیٹھے بھی جواباً اپنی بتیسی کی نمائش کر دی تو انچارج کے ہونٹ غصہ سے بھینچ گئے۔

"تمہارا نام۔" انچارج نے دھاڑ کر پوچھا

"جی... جی... علی عمران۔ ایم ایس سی۔ پی۔ ایچ ڈی (آکسن)"

"خوب... خوب... صاحبزادے کس جرم میں تشریف لائے ہیں؟"

انچارج نے نائب سے پوچھا۔ لیکن عمران جلدی سے بول پڑا۔

"ارے صاحب کیا ہم اور کیا ہماری تشریف آوری۔ نہ جانے صبح صبح کس کی صورت دیکھ ڈالی کہ آپ کا تھانہ دیکھنا پڑا۔

"شٹ اپ۔" انچارج کی دھاڑ واقعی شیروں جیسی تھی۔

"س... س... سوری۔ کوتوالی کا منہ دیکھنا پڑ گیا۔" عمران نے تھوک نگل کر جلدی سے تصحیح کر دی۔

"زبان کو اندر رکھو سمجھے۔ یہ کوتوالی ہے کوئی تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے۔ اب کے بولے تو جبڑے اندر ڈال دوں گا۔"

"ہم ڈال چکے اندر۔ بڑے دیکھے ہیں ہاں۔" عمران نے تاؤ دلانے والے لہجے میں کہا۔ اب تو انچارج آپے سے باہر ہو گیا اس نے جھٹکا ایک زوردار ہاتھ عمران کے گال پر رسید کر دیا... لیکن عمران جو کالی دے گیا۔ انچارج کا ہاتھ عمران کے برابر میں کھڑے

ہوئے نائب کے منہ پر پڑا۔ نائب نے سسکی بھری اور عمران کی پیٹھ پر
ہو کر بھاگنے کے لئے لات گھمائی۔ اب اس کے مقدر کو کیا کہیئے کہ وہ لات
ہوئے تازے انچارج کی عین توند پر جم گئی اور وہ قلابازی کھا کر اپنی
میز پر لمبا لیٹ گیا۔ عمران ان دو کانسٹیبلوں کے بیچ کھڑا ہو گیا جو اس
کے ایک طرف کھڑے تھے۔

"معاف کیجئے گا جناب۔" نائب نے جلدی سے انچارج سے
معذرت چاہی۔

"لے جا کر بند کر دو اس حرامی کو۔" انچارج نے گرج کر سپاہیوں
کو حکم دیا جو اسے کشاں کشاں حوالات کی طرف لے گئے۔ اگلے دو منٹوں میں
عمران حوالات میں موجود دو حوالاتیوں کے سامنے کھڑا حیرت سے ان کا جائزہ
لے رہا تھا۔ اچانک عمران ایک جھٹکے کے ساتھ دوہرا ہو کر کورنش بجا لایا۔
دونوں حوالاتی پہلے تو اس رنگ برنگے احمق کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر
شاید ان کی زندہ دلی عود کر آئی۔ انہوں نے بے ساختہ دانتوں کی نمائش کرنے
میں کسی قسم کا عار نہ سمجھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ کیا اور
انہوں نے اس کے معانقہ بازی کا پرجوش خیر مقدم کیا اور جوابا لپٹ
جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ ایک نے عمران کو بالکل ہی گدھا جان
معانقہ کے وقت اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ
دو ایک ہڈیاں کڑکڑا اٹھیں گی اور وہ تکلیف کی شدت سے چیخ اٹھے گا
لیکن وہ شاید یہ بھول رہا تھا کہ گدھا لاکھ گدھا سہی۔ لیکن اس کی طاقت

اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے۔" وہ عمران کے جسم کو غیر معمولی مضبوط دیکھ کر کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا اس سے الگ ہو گیا۔

عمران نے حوالاتیوں سے ان کے بال بچوں کی خیریت دریافت کی۔ "یہ ابھی کچھ ایسے وہ ان کے گھر پر رہ چکا ہو یا ان کی کچھ خدمت کرنے آیا ہو۔

"لیکن یار، تم کس سلسلے میں آئے ہو۔۔۔؟" ایک نے مسکرا کر عمران سے پوچھا۔

"میں آپ کے سکون میں مخل ہوا اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔۔"

"کوئی بات نہیں۔۔ کوئی بات نہیں۔" دونوں نے بیک آواز کہا۔

"ہاں تو حضرات میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر مرغیوں کی بجائے مرغوں کو انڈوں پر بیٹھنے کی عادت ڈال دی جائے تو وہ وقت مرغیاں مزید انڈے دینے میں صرف کر سکتی ہیں اس طرح ہمیں زیادہ انڈے حاصل ہو سکیں گے۔۔"

"لیکن صاحب مرغے کے سلسلے میں ہم بالکل اناڑی واقع ہوئے ہیں۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں" عمران جلدی سے بولا "دراصل میرے کہنے کا مطلب یہی تھا کہ انہیں انڈوں پر بیٹھنے کا سلیقہ جلد از جلد سیکھ لینا چاہئیے۔۔"

"آخر آپ مرغوں کو ہی انڈوں پر بٹھانے پر کیوں بضد ہیں۔۔؟"

"بھئی آجکل عام عورتوں کی دیکھا دیکھی مرغیاں بھی فیشن ایبل ہوتی جا رہی ہیں ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ ایک مرغی فیملی پلاننگ آفیسر کے سامنے بگڑ گئی کہ وہ عورتوں کو تو بچوں کی زیادتی سے بچانے کیلئے لاکھوں روپے صرف کرتے ہیں۔ لیکن ان کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیتے۔ حالانکہ یہ

بات سب جانتے ہیں کہ عورتوں اور مرغیوں میں کڑکڑانا ایک مشترکہ فعل ہے۔"

"جی بس میں سمجھ گیا۔ میں آج ہی سے اپنے مرغوں کو انڈوں پر بیٹھنے کیلئے مجبور کروں گا۔" ایک حوالاتی ہنس کر بولا۔

"مجھے امید تھی کہ آپ واقعی میری باتوں پر غور کریں گے۔ تم امیر مجھے اور بھی بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں کرنی ہیں۔" عمران اب چلتا ہوں۔ ان دونوں سے مصافحہ کر کے سلاخدار دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔ دونوں حوالاتیوں کے قہقہوں کا تانتا بندھ گیا اور عمران ہکلا ہکلا کر انہیں دیکھنے لگا۔

"بہت ہی دلچسپ آدمی ہو یار۔ کس جرم میں آئے ہو۔؟"

"جرم۔ ارے باپ رے۔ وہ۔ وہ قتل میں نے نہیں کیا آپ یقین مانئیے میں بالکل بے قصور ہوں۔" عمران ان کو اس طرح یقین دلانے کی کوشش کرنے لگا جیسے اس کا مقدمہ انہی کے سامنے پیش ہوا ہو۔

"تم بے فکر رہو دوست۔ تمہیں پھانسی نہیں ہوگی۔"

"اچھا۔ اچھا۔ پھر کیا ہوگا۔؟"

"صرف دس بیس سال کی سزا۔"

"اچھا۔" عمران نے مطمئن ہو کر پھاڑ سا منہ کھول کر جمائی لی۔ گھڑی پر وقت دیکھا اور حوالات کے ایک کونے میں بچھی ہوئی چٹائی پر لیٹ گیا اور ایک پھٹا پرانا سا کمبل اوڑھ لیا۔

دونوں حوالاتی عمران کے بارے میں بات چیت کرتے رہے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ یار اس قسم کے آدمی کو اگر ہزار سال کبھی قید ہو جائے تو اسے محسوس نہ ہوگی بلکہ ایسا آدمی جس جیل میں بھی جائے سب کے لئے مفت تفریح مہیا کرتا ہے۔ اللہ کرے یہ ہمارے ساتھ ہی قید رہے۔"

عمران نے برا سا منہ بنا کر اس آدمی کو گھورا جو اپنی تفریح طبع کی خاطر اسے قید میں دیکھنا چاہتا تھا۔

عمران دیر تک خاموشی سے لیٹا رہا۔ جب دونوں حوالاتی بھی لیٹ گئے تو عمران نے ہلکے ہلکے سروں میں خراٹے نشر کرنا شروع کر دیئے۔ رفتہ رفتہ اس کے خراٹوں کی گونج بڑھتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد عمران کو چاروں طرف سناٹا محسوس ہوا۔ تو اس کے خراٹوں کے درمیان اس کے بڑبڑانے کی آوازیں بھی نکلنے لگیں انداز بالکل ایسا تھا جیسے وہ عالم خواب میں بڑبڑا رہا ہو۔

بوسیدہ کمبل کو اچھی طرح اپنے اوپر اوڑھ کر اس نے اپنی رسٹ واچ کی چابی کو کھینچا۔ ڈائیل پر ایک ننھا سا روشن ہو گیا۔ اور واچ ٹرانسمیٹر آن ہو گیا۔ عمران نے ایک زوردار خراٹا لیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ عمران کالنگ۔ بلیک زیرو۔ عمران کالنگ۔"

"بلیک زیرو اٹینڈنگ سر۔ اوور۔"

"کیا تمہیں صفدر سے رپورٹ مل چکی ہے۔ اوور۔"

"یس سر۔ صفدر آپ کے جانے کے بعد ویگن کا غیر محسوس تعاقب

کرنے میں کامیاب رہا۔"

"ہوں۔ کوئی خاص بات۔؟"

"یس سر۔ جس وقت آپ فلیٹ میں کود رہے تھے عین اسی وقت ایک آدمی آپ کے تعاقب میں کھڑکی تک پہنچا تھا۔ وہاں سے اس نے فائر کر دیا۔ صفدر نے سمجھا گولی آپ کو ماری گئی ہے اس لئے اس نے آدمی کو شوٹ کر دیا۔"

"کیا وہ مر گیا۔؟"

"نہیں جناب خوش قسمتی سے گولی اس کے کان کے پاس سے گزری تھی۔ وہ بیہوش ہو کر کارنس پر گر پڑا تھا۔ جہاں سے اتار کر اسے دانش منزل پہنچا دیا گیا۔"

"بہت خوب۔ جولیا اور تنویر کا کیا رہا۔؟"

"تنویر بھی ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے جناب۔!"

"کیا مطلب۔ تفصیل سے سناؤ۔"

"آٹھویں شاہراہ سے ملتے ہاتھ ایک اندھیری سڑک پر ویگن مڑ گئی شاید وہ تعاقب سے باخبر ہو گئے تھے۔ تنویر چونکہ اپنی موٹر سائیکل ان کی گاڑی پر چڑھا لے گیا اور اسے آسانی سے گرفت میں لے لیا گیا۔"

"تنویر کے پیچھے کون تھا۔؟"

"چوہان نے بڑی ہوشیاری سے تعاقب کیا ہے جناب۔"

"ہوں۔ جتنے ان گدھوں کے پیچھے کسی نہ کسی کو لگایا نہ جائے یہ کوئی کام بھی سلیقے سے نہیں کرتے۔ چوہان نے کہاں تک تعاقب کیا۔؟"

"ونگٹن روڈ بنگلہ نمبر ۱۴ ۳ جناب۔"

"ہوں۔" عمران کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر چونک کر خراٹے لینے لگا اور بڑبڑانے لگا۔ "بلیک زیرو ایک کام کرو۔"

"فرمائیے جناب۔ لیکن آپ بول کہاں سے رہے ہیں اور یہ [illegible] کی آوازیں آپ کی گفتگو کے دوران کیسی ہیں۔؟"

"نہیں صفدر کی رپورٹ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"جی ہاں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ اب تک فرار ہو کر روپوش ہو چکے ہونگے"

"نہیں۔ میں دشمن کا وار واپس اسی پر کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا رکو۔"

عمران نے کمبل سے منہ نکال کر سنتری کی طرف دیکھا۔ جو عین دروازے کے سامنے رک گیا تھا۔

سنتری کچھ دیر دروازے کے سامنے کھڑا رہا پھر دوسرے لاک اپ کی جانب مڑ گیا۔

اس کے جاتے ہی عمران نے خراٹے دار باتوں میں بلیک زیرو سے گفتگو شروع کر دی۔ اس کا لہجہ اور بھی دھیما ہو گیا تھا۔ گفتگو ختم کر کے عمران نے الوداعی خراٹا بھرا۔ اور کروٹ بدل کر خاموشی اختیار کر لی۔



فیاض رات بھر بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بقول عمران وہ لاکھ پولیس والا سہی لیکن اس کے دل کی گہرائیوں میں عمران کے لئے پیار موجود ہے۔

یہ درست ہے کہ بعض اوقات وہ عمران سے اسقدر بے زار ہو جایا کرتا کہ اس وقت وہ عمران کی موت کی دعائیں مانگنے سے بھی گریز نہیں کرتا لیکن اس حالت میں وہ عمران کے لئے کچھ بھی نہ کرسکتا تھا۔

بہرطور اس کی برسوں پرانی مراد بر آئی تھی۔ اس کے باوجود ایک انجانی سی خلش اس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے میں کچوکے لگا رہی تھی جس سے اس کا سارا بدن اضطرابی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

فیاض نے رسٹ واچ پر وقت دیکھا۔ صبح کے سات بج رہے تھے۔ جسم

کسلمندی سے ٹوٹ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ برسوں سے ایک لمحہ بھی نہ سویا ہو۔

اس نے ایک بے جان سی انگڑائی لی اور سلیپر پہن کر غسل خانے میں گھس گیا۔ گرم گرم پانی کے غسل سے اس کی طبیعت قدرے شگفتہ ہو گئی۔ وہ ناشتے کی میز پر بیٹھ گیا۔

وہ خلاف معمول بہت سنجیدہ تھا۔ اس کی بیوی نے دو ایکبار اس سے پوچھا بھی تو وہ ٹال گیا۔ بے دلی سے چائے کی ایک پیالی پی اور فون والے کمرے کی طرف چلا گیا۔

جلدی جلدی کوتوالی کے نمبر ڈائل کئے۔ ڈیوٹی انچارج نے فون ریسیو کیا۔ فیاض اپنے بھاری لیکن پژمردہ لہجے میں بولا۔

"رات عمران نامی ایک نوجوان کو حوالات میں بند کیا تھا اس کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔"

"جناب میں ابھی حوالات کی طرف سے ہی آ رہا ہوں وہ ابھی تک بے سدھ سو رہا ہے۔"

"ہوں۔ کوئی خاص بات۔؟"

"رات اس کی وجہ سے ڈیوٹی انچارج فضلی اور نائب میں خاصی بدمزگی ہو چکی ہے۔"

"کیوں۔؟ کیا ہوا تھا۔ تفصیل سے بتاؤ۔" جواباً ساری روئیداد من و عن اسے سنا دی گئی۔

فیاض بے اختیار مسکرا دیا۔ ریسیور رکھ کر وہ بڑبڑایا۔
"نہ جانے یہ سُوَر کس مٹی کا بنا ہوا ہے۔"
اچانک اسے کچھ خیال آیا اور وہ چونک کر فون کی طرف مڑا کانپتے
ہاتھوں سے رحمان صاحب کی کوٹھی کا نمبر ڈائل کیا اور انتظار کرنے لگا۔
دوسری طرف سے رحمان صاحب کی غراہٹ سنائی دی۔ فیاض کی
پیشانی عرق آلود ہو گئی۔
"مم... میں۔ فیاض بول رہا ہوں جناب۔"
"کہو۔ کیا بات ہے؟"
"جناب میرے پاس آپ کے لئے ایک انتہائی افسوسناک خبر ہے۔"
"جلدی بولو کیا بات ہے۔ تمہارے لہجے سے نقاہت کا احساس
کیوں ہو رہا ہے؟" رحمان صاحب کی آواز اس مرتبہ متفکر تھی۔
"سر۔ میں دلی طور پر انتہائی رنجیدہ ہوں۔"
"کیا تم نے صبح صبح اپنی دلی کیفیت بتانے کے لئے فون کیا ہے۔"
دوسری طرف سے رحمان صاحب کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔
"نن... نہیں جناب۔ وہ دراصل۔" فیاض ہکلا کر رہ گیا۔
"جلدی بکو۔ کیا بات ہے مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے!"
"سر رات عمران کو گرفتار کر لیا ہے۔!"
"کیوں۔ کیا کہا۔ عمران کو گرفتار کر لیا ہے۔" رحمان صاحب کے
لہجے سے پتہ چلتا تھا کہ اس ناگہانی خبر سے انہیں شدید دکھ پہنچا ہے

"سر! اسے ایک قتل کے جرم میں عین موقع پر گرفتار کیا گیا ہے۔"

"ہوں۔ مقتول کون ہے۔؟"

"ایک غیر ملکی ہے جناب۔ میں اتفاق سے واردات کے وقت اس جگہ سے کچھ فاصلے پر موجود تھا۔"

"قتل کی وجہ معلوم ہوئی؟۔"

"ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا جناب۔!"

"شاید اسی لئے تم نے جلدی فون کیا ہے۔!" رحمان صاحب کا لہجہ انتہائی سرد تھا

"میں معذرت خواہ ہوں جناب۔ مجھے عمران نے مجبور کر دیا تھا کہ میں بات آپ کو اطلاع نہ دوں۔"

"ہوں۔ اس وقت وہ کہاں ہے۔؟"

"کوتوالی کے لاک اپ میں جناب۔ میں ایک مرتبہ پھر افسوس کا اظہار کرتا ہوں سر۔!"

"اس کی ضرورت نہیں فیاض۔ اگر وہ مجرم ہے تو میرا بیٹا ہونے کی وجہ سے بچ نہیں سکتا اسے پوری پوری سزا ملے گی۔ میں کوتوالی پہنچ رہا ہوں۔ تم بھی جلدی پہنچو۔"

"یس سر۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

فیاض نے دوسری جانب سے سلسلہ گفتگو منقطع ہوتے ہی رسیور رکھا اور تیزی سے چلتا ہوا ڈرائینگ روم میں جا گھسا۔

اگلے دس منٹوں کے بعد وہ سرکاری جیپ میں تیز رفتاری کے ساتھ کوتوالی کی طرف جا رہا تھا۔

فیاض جیسے ہی کوتوالی کے احاطے میں پہنچا اسے رحمان صاحب بھی اپنی گاڑی سے اترتے ہوئے دکھائی دیئے۔

وہ تیز تیز چلتا رحمان صاحب کے قریب پہنچا سلوٹ کیا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

رحمان صاحب نے اس کے سلوٹ کا جواب دیا اور آفس کی طرف چل دیئے۔

"تم عمران کو آفس میں لاؤ میں وہیں جا رہا ہوں۔"

"یس سر۔"

فیاض ایڑیوں پر گھوما اور حوالات کی طرف چل دیا۔

لاک اپ کے جنگلے سے فیاض نے دیکھا عمران ایک کونے میں سو رہا تھا۔ اس نے سنتری کو تالا کھولنے کا اشارہ کیا۔

سنتری نے تالا کھولا۔ اور فیاض لاک اپ میں داخل ہوا۔ عمران کے قریب پہنچ کر بوسیدہ کمبل کھینچ کر الگ پھینک دیا۔ دو ایک آوازیں دیں۔ لیکن عمران کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

فیاض چونکہ عمران کی اس عادت سے واقف تھا اس لئے اس نے عمران کو بری طرح جھنجھوڑ دیا۔

عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

ایک ڈھیلی سی انگڑائی لی اور ادھر ادھر دیکھ کر بری طرح اچھل پڑا۔

اچھلنے کا انداز ایسا تھا جیسے خود کو لاک اپ میں دیکھ کر ہراساں ہو گیا ہو۔

"میں کہاں ہوں۔ اور تم لوگ کون ہو۔ ؟" عمران نے غیر ملکیوں کے سے لہجے میں انگریزی میں پوچھا۔ اور فیاض کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"ہم کون ہیں۔ یہ تو تم دیکھ ہی رہے ہو گے۔ اب چلو اور اپنے ڈیڈی سے مل لو۔ یقین ہے تمہیں ان سے مل کر بہت خوشی ہو گی۔"

عمران نے پوری قوت سے آنکھوں کو پھاڑ کر دیکھا جیسے وہ اس کی زبان نہ سمجھا ہو۔ پھر وہ آنکھیں ملنے لگا۔ جیسے خواب کا شبہ ہوا ہو۔

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں تم لوگوں پر مقدمہ دائر کر دوں گا۔ تم لوگ قانون کے محافظ ہوتے ہوئے بھی ایک پرامن شہری کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ مجھے کس جرم میں یہاں بند کیا گیا ہے۔"

عمران کا لہجہ اب بھی غیر ملکیوں کا سا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت اور جھلاہٹ کے مارے سرخ ہو رہی تھیں۔

فیاض اس کی اس قسم کی صلاحیتوں سے پوری طرح واقف تھا۔ اس نے اس کی بکواس کو نظر انداز کر کے سنتری کو اشارے سے کچھ سمجھایا اور خود باہر نکل گیا۔

سنتری نے عمران کے ہتھکڑیاں ڈال دیں اور اسے دھکیل کر لاک اپ سے باہر نکال لایا۔

عمران بری طرح مچل رہا تھا۔ لیکن کانسٹیبل اسے دھکیلتا ہوا آفس میں لے ہی گیا۔ ہتھکڑیوں کی وجہ سے عمران کی چیخ و پکار میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

رحمان صاحب نے عمران کو ہتھکڑیاں پہنے دیکھا تو لمحہ بھر کے لئے ان کا سر جھک گیا۔

ادھر عمران مسلسل چیخے جا رہا تھا وہ کبھی تو ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں باتیں کرتا۔ اور کبھی کسی اور زبان میں جو کوتوالی میں موجود تقریباً ہر آدمی کے لئے نئی تھی۔

رحمان صاحب نے اس کی بکواس کو غیر سنجیدگی پر محمول کرتے ہوئے کڑک کر کہا۔

"اب تمہارے منہ سے ایک کلمہ بھی نہیں نکلنا چاہئیے۔"

لیکن وہ عمران ہی کیا جو کسی کی باتوں سے خاموش ہو جانے اس کی چیخ و پکار میں مزید اضافہ ہوتا ہی چلا گیا۔

رحمان صاحب کچھ دیر تو کڑے تیوروں سے اسے گھورتے رہے پھر بھڑک کر اٹھے اور اس پر پل پڑے۔

انہوں نے گھونسے اور لاتیں مار مار کر عمران کا بھرکس نکال دیا۔ لیکن اس کی بکواس بند نہ ہو سکی۔ نہ صرف بکواس بلکہ اب وہ مسلسل

غیر مانوس زبان میں بولے چلا جا رہا تھا۔

رحمان صاحب کے ہاتھ اور پاؤں اس وقت تک چلتے رہے جب تک وہ بے ہوش ہو کر فرش پر لمبا نہ لیٹ گیا۔ اسے بے ہوش دیکھ کر رحمان صاحب الگ ہٹ گئے۔

"پانی کے چھینٹے مارو اس کے منہ پر۔!" انہوں نے کانسٹیبل کو حکم دیا جو جلدی سے باہر نکل گیا۔ عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ فیاض نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔

"فیاض اسپیکنگ۔!"

"ہیلو سوپر۔ کہو کیا حال ہے۔ بہت دنوں سے دکھائی نہیں دیئے کہو طبیعت کیسی ہے۔!"

"کیا۔!" دوسری طرف سے غیر متوقع طور پر عمران کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ فیاض کو تو جیسے سکتہ ہو گیا اور ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے کبھی فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے عمران کو گھورتا اور کبھی ریسیور کو۔

رحمان صاحب نے اس کی بوکھلاہٹ دیکھ کر حیرت سے اس کا جائزہ لیا پھر دہاڑے۔

"کس کا فون ہے فیاض۔!"

"ن۔۔۔ جی۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ فون۔۔۔ فون۔!" فیاض بالکل احمقوں

کی طرح ہکلاتا رہ گیا۔

"میں پوچھتا ہوں کس کا فون ہے۔؟"

رحمان صاحب کا لہجہ حد درجہ زہریلا ہو گیا۔

"یس.... سر...."

فیاض نے فون کی طرف دیکھا اور اس کی نگاہیں بے ہوش عمران پر جم گئیں۔

رحمان صاحب نے جھلا کر میز سے نیچے جھولتا ہوا ریسیور اٹھایا اور چلا کر بولے۔

"ہیلو کون بول رہا ہے۔"

"اوہ ڈیڈی۔ گڈ مارننگ۔ یعنی سلام محبت۔ سلاما لیکم" عمران نے شاید سلسلہ منقطع نہیں کیا تھا۔ رحمان صاحب کی آواز سنتے ہی اس کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

عمران کی آواز سنکر خود رحمان صاحب کا چہرہ فوٹو اتارنے والا ہو گیا انہوں نے پلکیں جھپکا کر بے ہوش عمران کو دیکھا۔ پھر انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ بیہوش آدمی عمران نہیں ہے۔

انہوں نے ریسیور پر گرفت کو سخت کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"تم جہاں کہیں بھی ہو۔ فوراً کوتوالی پہنچو۔"

"ک ک... کو... کوتوالی۔ مگر ڈیڈی میرا جرم۔؟"

"میں کہتا ہوں جلدی یہاں پہنچو۔"

"سوری ڈیڈی۔ میں شریف آدمی ہوں تھانے کچہری سے گھبراتا ہوں۔ پھر آپ کی موجودگی میں مجھے اکثر اپنا پیشاب خطا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ ویسے ڈیڈی یہ پیشاب خطا کس طرح ہوتا گیا.... ایں.... بند کر دیا فون۔"

ادھر سے رحمان صاحب نے جھلا کر ریسیور رکھ دیا تھا۔ عمران کی بکواس اور اس ڈرامے سے ان کا دماغ بالکل ہی الٹ گیا تھا۔

"دیکھو فیاض یہ آدمی میک اپ میں ہوگا۔!"

"یس سر... یس سر۔!" فیاض بوکھلا کر اٹھا۔

"اپنے حواس پر قابو رکھو۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے بوکھلاہٹوں کے دورے پڑنے لگیں۔"

فیاض نے جلدی جلدی بے ہوش آدمی کا جائزہ لیا۔۔۔ اور تقریباً پانچ منٹوں بعد اس کی نگاہوں کے سامنے ایک غیر ملکی چہرہ تھا۔

چہرے کے خدوخال کی مناسبت سے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کون سے ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ بہرحال چہرے کے نقوش اس کے جرائم پیشہ ہونے کی غمازی کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ غیر ملکی بھی ہوش میں آگیا۔ اس کی حالت بھی قابلِ دید تھی۔ وہ اس قدر حیرت زدہ تھا کہ اپنا مطلب بھی سمجھانے سے قاصر تھا۔

"کون ہو تم۔ اور تمہارا تعلق کن لوگوں سے ہے۔؟"

"م... میں... میں رابرٹ براؤن ہوں۔ لیکن مجھے کس جرم میں پکڑا گیا ہے۔؟"

"قتل کے جرم میں۔!"

"قق.... قتل!"

وہ بوکھلا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"ہاں۔ تمہیں موقع واردات سے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا گیا ہے۔"

فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ویسے فیاض اپنی جگہ ششدر تھا کہ کل یہی شخص عمران کی ہو بہو نقل کس طرح کر رہا تھا۔

"لیکن یہ سب جھوٹ ہے۔ فراڈ ہے۔ فراڈ ہے۔ میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ یہ ظلم ہے۔ یہ بہتان ہے۔"

غیر ملکی کو جیسے دورہ پڑ گیا ہو۔ وہ مسلسل چیخے جا رہا تھا

"بس اب زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں۔" رحمان صاحب غرائے۔

"تم پر دو جرم عائد ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ تم نے علی عمران کا میک اپ کر کے اس کی پوزیشن خطرے میں ڈالنے کی کوشش کی۔ دوسرے ایک غیر ملکی کو قتل کیا ہے۔"

"مگر میں ان تمام باتوں سے لاعلم ہوں۔ رات کچھ لوگ مجھے زبردستی اغوا کر کے لے گئے تھے۔ ضرور یہ انہی کی حرکت ہے۔"

"ہوں۔ تمہاری یہ کہانی بھی ضرور سنی جائے گی فی الحال خاموش رہو۔"

رحمان صاحب فیاض کو ضروری ہدایات دیتے ہوئے اٹھ گئے:

"میں آفس جا رہا ہوں۔ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے مجھے رپورٹ دو۔"

"یس سر۔ میں جلد ہی رپورٹ پیش کر دوں گا۔" فیاض نے ادب سے جواب دیا اور رحمان صاحب آفس سے باہر نکل گئے۔





سلیمان جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا۔ عمران کو غائب دیکھ کر چونکا ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو عمران دکھائی دیا۔ وہ الٹے ہاتھ کی دیوار کے ساتھ سر کے بل کھڑا تھا اور تین کا پہاڑا یاد کر رہا تھا۔

"ارے آپ کو تو اچھا خاصہ سیدھا چھوڑ کر گیا تھا۔"

"ہاں نہیں۔ ہاں نہیں۔ پیارے سلیمان یہ تم الٹے کیوں لگ رہے ہو" عمران نے سر کے بل کھڑے کھڑے پوچھا۔

"وہ تو ماشاء اللہ آپ خود کھڑے ہیں۔"

"ابے اندھا ہو گیا ہے کیا۔؟"

عمران نے سر کے بل کھڑے کھڑے ہی اپنا جائزہ لیا۔ پھر اچانک سیدھا ہو گیا۔

"پیارے میرے ہی اللہ کھڑا تھا۔ کبھی میں سیدھا ہونا بھول گیا تو کیا ہوگا۔۔؟"

سلیمان یہ سن کر پاگلوں کی طرح ہنس دیا۔

"ویسے بھی آپ کی کون سی کل سیدھی ہے جناب۔۔"

"ابے ہاں سلیمان یہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی کیوں نہیں ہوتی؟"

"معلوم نہیں صاحب۔ لیکن آپ کے بارے میں تو شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں۔۔"

"ابے تو مجھے موٹر سائیکل یا ٹرک سمجھے ہوئے ہے مجھے تو ان تھاورے بنانے والوں کی کوئی کل سیدھی نہیں دکھائی دیتی اور ہاں آج انڈے میں کیا پکا رہے ہو۔۔؟"

"انڈے میں۔۔؟" سلیمان نے حیرت سے منہ پھاڑا

"ہاں۔ ہاں۔ اسے کیا کہتے ہیں جس میں تم پکاتے ہو۔۔؟"

"اسے ہنڈیا کہئے صاحب۔ میں سمجھا انڈے میں۔ اس میں کوفتے پک رہے ہیں۔۔"

"کک۔۔۔کو۔۔۔کوفت۔۔۔تے۔۔" عمران نے پلکیں جھپکائیں

"ہاں صاحب آپ ہی نے تو فرمائش کی تھی۔۔"

"سلیمان پیارے۔۔" عمران نے جلدی سے سلیمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تم میرا کس قدر خیال رکھتے ہو اور ہاں۔ یہ کوفتے کس جانور کا نام ہے۔۔؟"

"جانور — ارے صاحب گوشت کا قیمہ اور قیمے کے کوفتے بنتے ہیں۔"
سلیمان نے بیزار کن لہجے میں کہا۔

"ابے سلیمان یہ تو تم گدھوں کی سی بات کرنے لگے۔ ارے بھائی گوشت کسی جانور کا ہی ہوتا ہے یا نہیں۔"

"ہاں - ہاں۔" سلیمان نے سر ہلایا جیسے وہ اس کی بات سمجھ رہا ہو

"اچھا بتاؤ۔ کوفتے مرغی کے ہیں یا مرغے کے۔"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ۔؟"

"پہلے بتاؤ۔"

"لیکن کوئی وجہ بھی تو ہو۔"

"پہلے میری بات کا جواب دو۔" عمران نے زور دار لہجے میں کہا "مرغی کا گوشت ہے یا مرغے کا۔؟"

"مرغے کا صاحب۔ ہمیشہ پکتا ہے۔"

"ہمیشہ پکتا ہے۔ ابے او مردود اور وہ مونگ کی دال۔" عمران نے منہ چلا کر پوچھا۔

"وہ تو صرف آپ کے لئے پکتی ہے۔"

"اوہ! تو تم روز مرغ اڑاتے ہو اور میں مونگ کی دال ..."

"ہاں صاحب۔!"

"کیوں صاحب۔!" عمران کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا

"اس لئے کہ میں آپ کی عادت خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"آج کے مرغے کے بارے میں بتاؤ کنوارہ تھا یا شادی شدہ۔؟"

"مرغا کنوارہ۔ششش..... شادی ..... شش ..... "سلیمان نے قدرے گھبرا کر دہرایا۔

"سب اب بکتا ہے یا دوں ایک ہاتھ۔"

"مجھے کیا معلوم صاحب۔"

"پھر کون جانتا ہے۔؟"

"خدا جانے صاحب۔ نہ جانے آپ کیا الٹی سیدھی ہانک رہے ہیں۔"

"اچھا تمہیں یاد ہے تمہیں کتنے سال ہو گئے ہیں۔"

"جی کوئی پانچ ہزار سال۔"

"کیا۔؟" اب تو عمران کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹیں۔

"خاندانی آدمی ہوں صاحب۔ میری عمر فن کے لحاظ سے اتنی ہی ہے۔"

"ہوں۔ اچھا بول اب تک کل کتنے مرغے پکا چکا ہے۔"

"صحیح یاد نہیں صاحب۔"

"کیوں یاد نہیں۔؟" عمران اسے گھونسہ دکھا کر غرایا۔

"اچھا آپ بتائیے آپ نے اب تک کتنی روٹیاں کھائی ہیں۔" سلیمان نے الٹا اسی پر سوال داغ دیا۔

اب تو عمران بھی چکرا گیا۔

کچھ دیر کھوپڑی سہلانے کے بعد عمران نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے دیکھا اور بے بسی سے بولا۔

"بھائی سلیمان یہ تم کیسی باتیں کرنے لگے۔"

"آج کل سائنسی زمانہ ہے صاحب ہر طرح کی باتیں کی جا سکتی ہیں۔"

"مثلاً۔۔؟"

"کل ہی ایک ڈاکٹر نے ایک گدھی کو میرج فٹنس کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ گدھی نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کی شادی ہو گئی۔۔"

"تمہارے ساتھ۔ ارے کب۔۔؟" عمران نے خوشی سے اچھل کر کلکاری ماری۔

سلیمان کا منہ بن گیا۔

"آپ جیسے کنوارے مالک کے ساتھ رہ کر تو کوئی گدھی بھی مجھے اپنانے سے انکار کر دے گی۔"

"تمہیں پتہ ہے گدھی جب انکار کا اظہار کرتی ہے تو اس کی دولتی کس قدر زوردار ہوتی ہے۔۔! اچھا اب بکواس بند۔ اور ہاں۔۔ وہ مرغا۔۔؟"

"چھوڑیئے صاحب یہ کیا مرغا مرغا لگا رکھا ہے آپ نے۔"

"ہیں۔۔ اب پھر مرنے کی وہی ایک ٹانگ۔ بکو جلدی۔۔"

"کنوارے مرغے کو چولہے پر نہیں پکانا چاہیئے۔۔" شاید سلیمان نے عمران کو بور کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

"ہیں۔ ہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو پیارے۔"

"مٹی کے تیل کے چولہے پر پکانا چاہیئے۔ مٹی کے تیل کی خوشبو سے مرغا لذیذ بنتا ہے اور دراصل۔" سپاہیان یہ کہہ کر عمران کو اس طرح گھورنے لگا جیسے اطمینان کر رہا ہو کہ عمران اس کی باتیں سن بھی رہا ہے یا نہیں۔ اسے ہر طرح سے متوجہ پا کر سپاہیان نے مزید کہا۔

"دراصل مرغا لکڑیاں دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔"

"کیوں کیا مرغا بھی طالب علم ہوتا ہے۔" عمران نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں صاحب۔ طالب علموں کو بھی مرغا بننا پڑتا ہے ناں۔ اس لئے۔"

"آ چھا۔ مرغا لکڑیوں کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ پھر۔!"

"جی ہاں۔ دراصل پچھلے سال ہمارے والی گلی میں یہی ہوا۔ ایک عورت نے مرغے کو لکڑیوں پر سینکنا شروع کر دیا اور لوری گانے لگی مرغا اچھل کر الگ ہو گیا اور بولا۔ اے عورت میرے جذبات لکڑیوں سے بھڑک اٹھے اب تو لوری سنا کر انہیں کیوں سلانا چاہتی ہے۔"

"ہی ... ہی ... ی ... ی ..."

عمران نے اپنا سر ٹٹولا۔ انداز ایسا تھا۔ جیسے یقین کرنا چاہتا ہو کہ سر ابھی تک سلامت بھی ہے یا نہیں۔ پھر منہ چلا کر بولا۔

"بس اب جاؤ۔ میں سمجھ گیا۔ کوفتوں کو اچھی طرح تھپل کر پکانا

سمجھے۔ !"

کو فتے پھیل کر لٹکائے جاتے ہیں۔ ! کیسے طیر باورچیانہ ہیئت کے مالک سے پالا پڑا ہے !" سلیمان بڑبڑاتا ہوا کچن کی طرف چلدیا۔

عین اسی وقت خفیہ فون کا اطلاعی بلب اسپارک کرنے لگا۔

عمران جلدی سے اس فون کی طرف چلدیا۔

"ایکسٹو۔ !" اس نے مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بلیک زیرو بول رہا ہوں جناب۔۔"

"بولو بڑے بھائی۔" عمران اصلی آواز میں چہکا۔

"قیدی بہت سخت جان ثابت ہوا ہے جناب۔۔"

"ہوں میں ابھی آیا۔ !" اس کے لہجے میں ہلکی سی غراہٹ تھی اس نے ریسیور رکھدیا اور سلیمان کو آوازیں دینے لگا۔

"ابے او سلیمان۔ بڑے بھائی۔ ابے او باورچی کی اولاد۔۔"

"دیکھئے صاحب آپ مجھے باورچی کی اولاد نہیں کہہ سکتے۔"

"کیپیچ۔۔ پھر کیا کہوں۔ باورچی خانہ یا زادہ۔ ایں۔"

"میں بہت دلیر باپ کا بیٹا ہوں جناب۔۔" سلیمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اچھا" عمران نے حیرت سے دیدے پھاڑے۔

"ایک دفعہ انہوں نے گیارھویں منزل سے چھلانگ لگا دی"

"ہچ ہچ۔۔۔ چھلانگ۔" عمران کے لہجے میں شدید حیرت تھی "کیا

گیارھویں منزل سے ۔ ابے گھاس تو نہیں چر گیا کہیں ۔؟"

"دو منزلیں تو میں نے خود ہی کم بتائی ہیں جناب ۔۔ عمران نے اکڑ کر جواب دیا ۔

"اوہ ۔۔ تو تمہارے باپ نے تیرھویں منزل سے چھلانگ لگائی تھی" عمران نے مرعوب ہوتے ہوئے کہا ۔

"بالکل ۔۔ سلیمان نے سینہ تان کر جواب دیا

"ابے جا ۔ پھر کس طرح بچ گیا وہ ۔ ایں ؟"

"یہی تو افسوس ہے جناب کہ وہ بچ نہ سکے ۔۔ سلیمان نے گلوگیر لہجے میں کہا اور باورچی خانے میں گھس گیا ۔

"چل بیٹے عمران ۔ ہو گیا کرتوں کا کباڑا ۔ چل جھوکا ۔۔ عمران نے خود سے کہا ۔ اور کپڑے بدل کر دانش منزل کی طرف روانہ ہو گیا ۔!!



دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں بلیک زیرو ایک تنومند آدمی کے سامنے کھڑا اسے پھاڑ کھانے والی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

اس آدمی کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات تھے۔ چہرہ جگہ جگہ سے زخمی تھا۔ زخموں پر خون جم کر پپڑیوں کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ ایک آنکھ سوجن کی وجہ سے بند تھی۔ دوسری بھی خاصی متورم تھی۔

اس کی حالت دیکھ کر یہی خیال گذرتا تھا۔ جیسے کوئی خاص بات اگلوانے کے لئے اس پر خاصا تشدد کیا گیا ہے۔

"تو تم زبان نہیں کھولو گے۔" بلیک زیرو غرایا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"گھبراؤ مت۔ آنے والا آدمی ایسے آدمیوں سے سب کچھ معلوم

کرنے کا اسپیشلسٹ ہے جو کچھ نہیں جانتے ۔ "

بلیک زیرو نے کمرے کے اس حصے کو گھورنا شروع کر دیا جہاں ایک سرخ بلب بار بار جل کر بجھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے خودکار دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کو لاک کیا اور بلیک زیرو کی طرف لپکا۔ بالکل اس انداز میں جیسے معانقہ کرنے کا ارادہ ہو۔ بہرحال اس نے محض مصافحہ کرنے پر ہی اکتفا کیا اور چونک کر اس زخمی آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر بے اختیار اس کی طرف لپکا اور بولا۔

" آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ۔ "

زخمی قیدی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑنے کی کوشش کی۔ لیکن سوزش کی وجہ سے بند آنکھ نہ کھل سکی البتہ متورم آنکھ نے ایسا منظر پیش کیا کہ عمران کو ایک بے ساختہ قہقہہ ہضم کرنے کے لئے بلیک زیرو کو باہر جانے کا اشارہ کرنا پڑا۔

بلیک زیرو جانے کے لئے مڑا تو عمران نے اسے کافی لانے کا حکم دیا " اور تاکید کی کہ جلدی لانا ۔ "

" اور یہ تم نے میرے نازک سے مہمان کی کیا مہمان نوازی کر رکھی ہے واپس آؤ ۔ تم سے بھی نپٹتا ہوں ۔ ہاں ۔ "

بلیک زیرو مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

عمران قیدی کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بڑی لگاوٹ سے بولا

شاید ہم پچھلے سال پیرس میں بھنڈیوں کے عالمی میلے میں ملے تھے۔"

"بکواس مت کرو۔"

وہ آدمی شاید کچھ زیادہ ہی جھنجھلاہٹ میں مبتلا تھا۔ غرایا۔

"جج..... جی... تو آپ..... آپ....." عمران گھبرا گیا۔

"میں پوچھتا ہوں تم لوگوں نے مجھے کیوں قید کر رکھا ہے۔"

"قید کر رکھا ہے۔" عمران نے دیدے گھمائے۔

"تمہیں اس کے لئے قانون کو جواب دہ ہونا پڑیگا۔ میں ایک غیر ملکی سفارت خانے سے متعلق ہوں۔ کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔"

یہ سن کر عمران نے بھنڈیوں کی کاشت پر ایک لمبا چوڑا لیکچر سنانا شروع کر دیا۔

اجنبی بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

بلیک زیرو کافی کے برتن لے کر اندر آیا تو اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

عمران بڑے انہماک سے قیدی کو صحت مند بھنڈیاں پیدا کرنے کے لئے ہدایات دینے میں فراخدلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ قیدی کی حالت اس وقت کچھ زیادہ ہی قابل رحم دکھائی دے رہی تھی۔

بلیک زیرو [illegible] 2 [illegible]

پڑا تھا رنگی ہے۔ بعض معاملات کو وہ اپنی احمقانہ حرکتوں سے ہی نمٹاتا ہے۔

قیدی تشدد سے اتنا نہیں گھبرایا تھا جس قدر عمران کی باتوں سے بلبلا گیا تھا۔ بلیک زیرو کو یقین ہو گیا کہ ابھی چند لمحوں میں وہ عمران کی ایک ایک بات کا جواب دینے کے لئے بے بس ہو جائیگا

عمران نے کافی کی پیالی تیار کی اور قیدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لو بڑے بھائی کافی پیو۔"

جلد ہی اس کا بڑھا ہوا ہاتھ لرز گیا اور وہ حیرت سے آنکھیں نچا کر بولا۔

"تمہارے ہاتھ کہاں گئے ابے۔"

عمران نے پیالی میز پر رکھدی اور عقب میں بندھے ہوئے ہاتھ ٹٹول کر کھول دیئے۔

جیسے ہی قیدی کے ہاتھ رسی کے بلوں سے آزاد ہوئے اس نے بائیں ہاتھ کی انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی کے ڈائل کو دھیرے دھیرے گھمانا شروع کر دیا۔

عمران نے کافی کی پیالی میز سے اٹھائی اور اس شخص کے سامنے مودب کھڑا ہو کر پیش کرنے لگا۔

اچانک وہ پیالی پھینک کر پیچھے کھڑے ہوئے بلیک زیرو سے لپٹ

گیا۔ اور بلیک زیرو بوکھلاہٹ میں فرش پر آرہا۔ عمران جلدی سے اٹھا اور قیدی کی طرف دیکھا۔

لیکن اب وہاں کچھ نہ تھا۔ البتہ نیلگوں سا پانی کافی مقدار میں فرش پر پھیل رہا تھا۔

عمران نے جھک کر نیلگوں پانی کا جائزہ لیا اور پر خیال انداز میں سر ہلانے لگا۔ پھر چونک کر فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بڑی سرعت سے کوتوالی کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور ہاتھ میں لئے دوسری طرف سے کسی کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

"انسپکٹر راجہ اسپیکنگ۔"

"میں عمران بول رہا ہوں۔ جلدی سے فیاض کو بلاؤ۔"

"یس وہ ابھی آرہے ہیں۔"

"اچھا۔" عمران منہ چلا کر انتظار کرنے لگا۔ ایک منٹ بعد فیاض کی بھاری آواز سنائی دی۔

"کون بول رہا ہے۔ ؟"

"میں ہوں سوپر۔ کیا تم نے قیدی میں کوئی خاص بات محسوس کی ہے۔ ؟"

"کیا مطلب۔ ؟ خاص بات سے تمہارا کیا مقصد ہے۔"

"میرا مطلب ہے اس کی تلاشی لینے میں کوئی خاص چیز برآمد ہوئی۔"

"کچھ نہیں ۔۔۔ کیا تم اسی وقت مجھ سے مل سکتے ہو۔؟"

"ٹھیک ۔۔۔ کیوں ۔ اور ہاں وہ قیدی اس وقت کہاں ہے۔؟"

"لاک اپ میں بیہوش پڑا ہے۔۔"

"سخت نگرانی میں رکھنا۔ میں کچھ دیر میں آؤں گا۔"

"بہتر ہے۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا۔

عمران نے بھی ریسیور کریڈل پر ڈالا اور بلیک زیرو کو ایک ٹسٹ ٹیوب لانے کا حکم دیا۔ اور چیونگم کا پیکٹ ٹٹول کر دو پیس منہ میں ڈال لئے۔ خیالات کا ایک ہجوم اس کے ذہن میں موجود تھا۔ وہ جگالی کرتا رہا اور سوچتا رہا۔

اسے اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا تھا کہ بلا وجہ اس شخص کے ہاتھ کھول کر اسے ہاتھوں سے گنوا دیا۔ یہ بات ایک بڑے نقصان سے کم نہ تھی۔

لیکن ان حماقتوں کو کیا کہئے جو نادانستگی میں نہیں بلکہ عادتاً سرزد ہوتی تھیں۔

سوچنے کی بات تو یہ تھی کہ وہ ہاتھ کھلتے ہی پگھل کس طرح گیا۔ کیا کوئی ایسی ہی مشینری اس کے پاس تھی جسے ہاتھ کھلتے ہی استعمال کرنے کا موقع مل گیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے وہ مشینری کہاں چھپا رکھی تھی۔

بلیک زیرو تست ٹیوب نے کر اندر آیا تو اس سے پوچھا۔
"کیا تمہیں یقین ہے کہ قیدی کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی
جو اس کی موت کا باعث بنی ہو۔"

"یس سر۔ تلاشی بڑی اطمینان بخش تھی۔"

"ہوں۔!" عمران نے کچھ دیر غور و فکر کے بعد مزید پوچھا۔
"اس کے جسم پر جو کچھ تھا اس کی تفصیلات تو تمہیں یاد ہی
ہوں گی۔"

"تقریباً یاد ہی ہیں جناب۔"

"لگے ہاتھوں وہ بھی سنا ڈالو"

"جیبوں کی طرف سے ہر طرح سے مطمئن ہو کر جوتے اتروائے
ساری تلاشی میں سگریٹ کیس اور پرس کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔"

"کیا وہ دونوں چیزیں تم نے اسے واپس کر دی تھیں۔"

"نہیں جناب وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔"

"ہوں۔ کوئی اور چیز۔!"

"صرف ایک سونے کی انگوٹھی تھی جو ظاہر ہے کسی ایسے
مقصد کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی۔"

"انگوٹھی۔ کیسی انگوٹھی تھی۔؟"

"سنہری انگوٹھی۔! جس میں نگینے کی جگہ ڈائل سا بنا ہوا
تھا۔!"

"سنہری انگوٹھی ۔" عمران چونکا۔

دوسرے ہی لمحے وہ اس نیلگوں پانی میں سنہری انگوٹھی دیکھنے کے لئے جھک گیا۔ لیکن وہاں کسی انگوٹھی کا نام و نشان تک نہ تھا۔

"ہوں ۔ وہ انگوٹھی کوئی شیطانی چرخہ بھی ہو سکتی ہے ۔"

"انگوٹھی ۔" بلیک زیرو نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں ۔ !"

عمران یہ کہہ کر دوبارہ فون کی طرف مڑا۔ اور کوتوالی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ سلسلہ ملتے ہی فیاض کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عمران ۔ وہ ... وہ آدمی پگھل گیا اور پانی بن گیا ۔"

"ایں ۔ !" عمران ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"یہ سب کیسے ہوا عمران ۔ ؟"

"یہ باتیں تو اپنے تیز نظر سے پوچھو سوپر ۔" عمران نے فون بند کر دیا اور بلیک زیرو کو بتایا کہ دوسرا آدمی بھی پگھل گیا۔

"اوہ ۔ "

بلیک زیرو ہونٹ چبا کر رہ گیا۔

عمران نے کچھ مائع ٹسٹ ٹیوب میں لیا اور دانش منزل کی لیبارٹری میں گھس گیا۔ دیر تک وہ اس پگھلے ہوئے آدمی کے حاصل شدہ پانی پر

تجربات کرتا رہا لیکن کوئی خاص بات سمجھ میں نہ آئی۔
اس نے سر جھٹک کر ٹیوب رکھ دی اور لیبارٹری سے باہر نکل آیا۔
"بلیک زیرو باقی چاروں آدمیوں کے بارے میں کوئی خاص
بات۔۔!"
"وہ سب کرائے کے آدمی ہیں۔"
"رات کسی وقت انہیں بے ہوش کر کے مختلف جگہوں پر ڈال
دینا۔ بلا وجہ انہیں پالنا مہنگا ہی پڑے گا۔!"
"بہتر ہے جناب۔!"
عمران دانش منزل سے باہر نکلا اور بڑے اطمینان سے ڈرائیو
کرتا ہوا ایک طرف روانہ ہو گیا۔ وہ بڑے موڈ سے جگالی کر رہا تھا اور
سوچ رہا تھا کہ جگالی کرنے کے کیا کیا فوائد ہو سکتے ہیں۔ اچانک
اسے عقبی سیٹ پر کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی
اس نے چونک کر عقب میں دیکھا اور پھر کھلا کا کھلا رہ گیا اس
کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہک گیا۔
عقبی سیٹ پر ایک ننھا سا آدمی سوٹ پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس
آدمی کا قد حیرت انگیز طور پر مختصر تھا۔ اس کا قد بمشکل ڈیڑھ فٹ
رہا ہوگا۔ منہ میں ایک لمبا سا سگار دبائے وہ بڑے اطمینان سے
بیٹھا ہوا تھا۔ عمران نے حیرت سے دیکھنے کے بعد اسے گھورا اور بولا۔
"کون ہو برخوردار اور اس عالمِ شباب میں تم نے سگار کیوں پینا

شروع کر دیا تھا۔"

"دادا جان چسنی کہیں کھو گئی ہے۔"

ننھے آدمی نے اطمینان سے سگار منہ سے نکالا اور مٹھی میں پکڑ لیا۔ عمران زندگی میں پہلی بار خود کو چغد، گدھا اور نہ جانے کیا کیا محسوس کرنے لگا۔

"اب اور پوتے کے بچے میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔"

"میں اسی لئے تو بطور احتجاج پہلے سے پیدا ہو گیا ہوں دادا جان۔"

زندگی میں پہلی بار عمران کے حلق سے ایک بے ساختہ قہقہہ نکلا۔ ٹھیک اسی وقت اسے اپنی آنکھوں میں ہزاروں رنگ کے ستارے گھومتے محسوس ہوئے۔ اس کا پوتا اس کے سر پر ایک تگڑی سی چپت رسید کر کے کھڑکی سے باہر کود گیا۔

عمران نے فل بریک لگائے اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ لیکن اس کا پوتا یوں غائب ہو گیا تھا۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ! اور عمران اپنے سر پر یوں ہاتھ پھیرنے لگا جیسے خود اس کے سینگ غائب ہو گئے ہوں۔



"تو تم لوگ منہ سے کچھ نہیں بولو گے ۔ کیوں ۔ ؟" ایک سیاہ پوش نے غرا کر تنویر اور جولیا سے کہا ۔

جولیا نے نگاہیں اٹھا کر سیاہ پوش کی طرف دیکھا ۔ اس کے لب پھڑ پھڑائے اور سختی سے بھنچ گئے ۔ تنویر تو پہلے ہی سے ہونٹ دبائے بیٹھا تھا ۔ دونوں کی حالت اسقدر شکستہ تھی کہ ان سے بولنے کی توقع بھی عبث تھی ۔

"ہوں ۔ ۔"

سیاہ پوش نے ان کو خاموش پا کر غصے سے پہلو بدلا اور کمرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگا ۔ جیسے کسی خاص چیز کی تلاش رہی ہو ۔

کمرے کے ایک کونے میں واٹر ٹیپ لگی ہوئی تھی پاس ہی ربڑ کا

ایک پائپ رول کیا رکھا تھا۔

سیاہ پوش نے ربڑ کے پائپ کا ایک سرا ٹیپ سے لگا دیا اور پانی کھلوا دیا۔ پانی کی دھار سرسراتی ہوئی پائپ کے دوسرے سوراخ سے نکل کر فرش پر بہنے لگی۔

سیاہ پوش نے پانی کی دھار کا رخ تنویر کے چہرے کی طرف کر دیا۔ پانی کی تیز سرسراتی ہوئی دھار تنویر کے چہرے پر پڑی اور اس کے کپڑے بھیگنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سر سے پاؤں تک پانی سے تربتر ہو گیا۔

تنویر بجلی کے پے در پے جھٹکوں سے پہلے ہی نیم جان ہو چکا تھا۔ ٹھنڈے پانی کی پھوار نے اسے کچھ دیر کے لئے تازگی بخش دی۔ اس کے چہرے سے نقاہت کے آثار چھٹنے لگے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ایک خیال نے اسے بری طرح چونکنے پر مجبور کر دیا۔

یہ خیال تنویر کے ذہن پہ ہتھوڑے برسانے لگا کہ بھیگے ہوئے جسم کو بجلی کے جھٹکے دیئے جائیں گے۔ ظاہر ہے ایسے میں انہیں کسقدر شدید تکلیف برداشت کرنا پڑے گی۔

تنویر کو اچھی طرح بھگونے کے بعد پائپ کا رخ جولیا کی طرف ہو گیا تنویر کی طرح لمحہ بھر کے لئے اس کے چہرے پر بھی شگفتگی عود کر آئی اور معدوم ہو گئی۔ پانی سے جولیا کے کپڑے گیلے ہو کر اس کے جسم کے ساتھ چپک گئے۔ نائیلون کی قمیض گیلی ہو کر اس کے جسم کے ساتھ چپکی تو وہ خود کو برہنہ سی محسوس کرنے لگی۔ اچانک جولیا کے لبوں پر بے جان سی مسکراہٹ

دوڑ گئی اور تنویر کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

"ہائیں... ہائیں۔ غسلِ صحت فرمایا جا رہا ہے۔ ماشا اللہ ماشا اللہ!"

سب کی نگاہیں بے اختیار دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ جہاں عمران دروازے کے فریم میں سراپا حماقت بنا کھڑا تھا۔

عمران پر نگاہ پڑتے ہی دونوں سیاہ پوش بری طرح چونکے ہاتھ اس سیاہ پوش کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور کمرے کو جل تھل بنانے لگا اس سے قبل کہ سیاہ پوشوں میں سے کوئی ایک بھی ریوالور نکال پاتا عمران [illegible] سنائی دی:

"اچھے بچو ہاتھ اٹھا لو۔ میرے ہاتھ میں موت کے نغمات کی بانسری ہے"

دونوں سیاہ پوشوں کے ہاتھ ان کے سروں سے بلند ہو گئے عمران محتاط انداز سے ان کے قریب پہنچا اور دونوں کے لبادوں سے ریوالور نکال کر فرش پر پھینک دیئے۔

"دیوار کے ساتھ قطار بنا لیں خواتین۔"

عمران نے سیاہ پوشوں کو ہاتھ کے اشارے سے دیوار سے لگ کر کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ اس وقت اس کا لہجہ حد درجہ شائستگی سے بھرپور تھا۔

دونوں نے خاموشی سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دیوار کے ساتھ ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہو گئے۔ عمران ان کو کور کئے ہوئے

تنویر کی رسیاں کھولنے لگا۔

تنویر نے کھڑا ہونے کی کوشش کی کیونکہ کئی گھنٹوں سے مسلسل بندھے رہنے کی وجہ سے اس کا سارا جسم اکڑ گیا تھا۔ اس لئے وہ کھڑا ہونے کی کوشش میں لہرا کر دوبارہ کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

عمران نے اسے سہارا دیکر کھڑا کیا اور تنویر نے ایک ہلکی پھلکی ورزش کے ذریعے اپنی جسمانی اکڑن کو قدرے کم کرنے کے بعد جولیا کی رسیاں کھولنی شروع کر دیں۔ جولیا کی حالت تنویر سے بھی زیادہ شکستہ تھی اس لئے رسیاں کھل جانے کے بعد بھی وہ کرسی پر ہی پڑی رہی۔

"اسے چھوڑ کر ان خواتین کی نقاب کشائی کرو۔"

"خبردار تم سے کوئی بھی ہمارے قریب نہ آئے۔"

"آئے ہائے۔ بڑے آئے پہرہ دار۔" عمران نے ہاتھ نچا کر ان کا عورتوں کی طرح طعنہ دیا۔ دونوں سیاہ پوش بے اختیار کھکھلا کر ہنس دیئے۔

"نقابیں نوچ لو ان کی۔"

عمران کی آواز میں اس مرتبہ غراہٹ تھی۔ شاید سیاہ پوشوں نے بھی اس کے لہجے کی تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا اس لئے ان کی چیخیں بھنچ کر رہ گئیں۔

تنویر نے جولیا کو کرسی پر ہی چھوڑ دیا اور ان دونوں کی طرف بڑھا۔

اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھکر دونوں سیاہ پوش ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی اشارہ کر کے ہاتھ گرا دیئے۔

تنویر ٹھٹھک کر رک گیا۔

سیاہ پوشوں کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مدافعت کئے بغیر نہ رہیں گے۔

"تنویر جیسے ہی رکا۔ عمران سرد لہجے میں بولا۔

"تم لوگ اپنے ہاتھ اٹھائے رکھو۔ ورنہ سارا جسم چھید کر رکھدونگا۔"

سیاہ پوش شاید اسے مسخرہ جان کر نظر انداز کر رہے تھے۔ انہوں نے عمران کی بات کو لاپرواہی سے سنا، کندھے جھٹکے اور دوسرے ہی لمحے ان میں سے ایک نے تنویر پر چھلانگ لگا دی۔ تنویر حملہ آور سمیت فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

سیاہ پوشوں نے جملہ مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جس دلیری کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ واقعی قابلِ ستائش سہی لیکن یہ وقت داد دینے کا نہ تھا۔

عمران نے دوسرے سیاہ پوش کو دیکھا جو اس پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہا تھا۔

عمران کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپنی جگہ سے سپرنگ کی طرح

اچھلا۔ عین اسی وقت عمران نے فائر جھونک مارا۔

سیاہ پوش لمحہ بھر کے لئے زمین سے بلند ہوا اور پھر دردناک آواز میں چیختا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

— گولی اس کی ٹانگ میں لگی تھی۔ اور شاید ہڈی توڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔

فائر کی آواز سن کر پہلے سیاہ پوش کی توجہ لمحہ بھر کیلئے ہٹ گئی اور تنویر کو موقع مل گیا۔ اس نے ایک زوردار ٹکر اس کی ناک پر جما دی۔

سیاہ پوش اسے چھوڑ کر ڈکراتا ہوا اٹھا۔ عقب سے عمران کی ٹھوکر اس کی کھوپڑی پر پڑی اور وہ لہرا کر فرش پر لمبا لیٹ گیا

پہلے کی طرف سے مطمئن ہو کر عمران پلٹا۔ لیکن دوسرے سیاہ پوش کا نام و نشان نہ تھا۔ البتہ کافی مقدار میں نیلگوں پانی فرش پر متحرک رہا تھا۔

عمران نے آگے بڑھ کر بے ہوش سیاہ پوش کی کنپٹی پر مزید ایک ہاتھ رسید کر دیا۔

اسے اچھی طرح ہلا جلا کر اطمینان کر لیا۔ وہ جلد ہوش میں نہیں آئے گا۔

تنویر اور جیلیا حیرت سے عمران کو گھور رہے تھے۔ لیکن عمران ان دونوں سے لاپرواہ نیلگوں مائع میں کچھ تلاش کر رہا تھا نیلگوں مائع نل کے پانی سے

مل کر سرخ رنگت اختیار کر رہا تھا۔ اس بات نے عمران کے ملئے لمحہ فکریہ بنا کر دیا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد لاشعوری دیکھ بھال کے بعد جب وہ کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچا تو مایوسی سے سر جھٹک کر بے ہوش آدمی کی طرف لپکا اور اس کے ہاتھوں کو ٹٹولنے لگا۔

اسے سیاہ پوش کے سیدھے ہاتھ کی بڑی انگلی میں ایک سنہری انگوٹھی دکھائی دی۔

سنہری انگوٹھی۔

عمران نے چونک کر سوچا اور دوسرے ہی لمحے انگوٹھی اس کے قبضے میں تھی۔

عمران انگوٹھی کا جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ سیاہ پوش ہوش میں آگیا۔

وہ کمرے میں چاروں طرف متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگا شاید اسے اپنے ساتھیوں کی تلاش تھی۔

کمرے میں اپنے ساتھی کو نہ پا کر اس نے عمران کی طرف دیکھا نگاہیں بتا رہی تھیں کہ وہ اپنے ساتھی کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہے۔

"خدا مغفرت کرے۔ بہت ہی غیرت مند آدمی تھا۔ مارے شرم کے پانی ہو گیا۔" عمران کا لہجہ حد درجہ شگفتہ تھا اور وہ براہ راست اس کی

آنکھوں جھانک رہا تھا۔

"پپ... پانی ۔۔۔ !" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

پانی کا نام سن کر وہ جیسے ہی اچھلا عمران کی بوکھلاہٹ دیکھنے والی تھی .. ادھر ادھر ایسی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے سیلاب کی آمد کی خبر موصول ہوتے ہی اسے راہ نجات کی تلاش رہی ہو۔

"میں پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے ۔ ؟"

"میں بتاتا ہوں کہ وہ پانی ہو گیا ہے ۔ یقین نہیں آتا تو یہ انگوٹھی حاضر ہے ۔ اسے رگڑ دو ۔ پانی کا جن حاضر ہو جائے گا ۔۔"

عمران کے ہاتھ میں سنہری انگوٹھی دیکھ کر وہ چونکا۔ جلدی سے اپنا ہاتھ دیکھا اور رگڑ پڑا کر بولا۔

"تمہارا مطلب ہے وہ انگوٹھی کے استعمال کرنے کے بعد پانی بن گیا ہے۔"

"میری جان انگوٹھی حاضر ہے کر لو تجربہ ! اگر پانی نہ بنے تو انگوٹھی واپس ۔!"

"ناممکن ۔ ناممکن ۔ ناممکن ۔"

"یہ تیسری مثال ہے برخوردار اب ہوش میں آجاؤ سمجھے ۔"

"م م .... میں ۔ میں کہیں نہ جاؤں گا ۔"

"انجام تمہارے سر پر منڈلا رہا ہے ۔ مت جاؤ ۔" عمران نے لاپروائی ... شانے جھٹک کر کہا ۔

اس دوران میں جولیا کے حواس ٹھکانے آ چکے تھے اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے باری باری سب کو گھور رہی تھی۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں مزید تاخیر نہیں کرنا چاہیئے۔" تنویر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں چلو۔ تم جولیا کو سہارا دے کر نکل چلو۔ میرا خیال ہے پوری عمارت ویران پڑی ہے۔"

عمران نے کہا اور تنویر جولیا کو کرسی سے اٹھانے لگا۔ جولیا کا جسم بے جان ہو رہا تھا وہ تنویر پر لڑھکی گئی۔

تنویر تو اس حسین بوجھ کو اٹھانے کے لئے مدتوں سے ترس رہا تھا۔

اب موقع ہاتھ آتے ہی وہ اسے بھینچ کر اپنے ساتھ لگانے سے باز نہ رہ سکا۔

"چلو دوست۔ میں یقیناً تمہاری زندگی کی ضمانت دے سکتا ہوں۔"

"تن.... نہیں .... نہیں۔ تم مجھے کہیں نہیں لے جا سکتے۔" نقاب پوش ہکلایا۔

"اچھا۔"

عمران نے حیرت سے دیدے نچائے اور پھر بڑی آہستگی اس کے ریوالور والا ہاتھ اٹھا۔ ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اس شخص

کے سر پر پڑا۔ اور وہ تیورا کر فرش پر گرا۔ اور بے ہوش ہو گیا۔
عمران نے جھک کر اسے اٹھایا۔ اب اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف تھا۔
اچانک کمرہ کسی خوفناک قہقہے سے گونج اٹھا اور ان کے مڑاتے ہوئے قدم رک گئے۔!!



سلیمان اس صبح بڑے موڈ میں تھا۔
عمران دو روز سے غائب تھا۔ ایسے فرصت کے لمحات اسے کبھی کبھار ہی میسر آتے تھے۔ اس لئے رات موقع ملتے ہی عیاشی کے جراثیم اس کے ذہن پر حملہ آور ہو ہی گئے۔
رات اس نے عمران کا نیا سوٹ پہن کر وہسکی کے دو ایک پیگ چڑھا لئے تھے اور منی بائی کے کوٹھے پر کئی گھنٹے داد عیش دیتا رہا تھا۔ رات بھر سوچ میں گذری تھی اس لئے صبح صبح موڈ خوشگوار رہنا ہی چاہئے تھا۔
وہ بڑے مزے میں سیٹی بجاتا ہوا عمران کے کمرے کی صفائی میں مصروف تھا۔ عمران کا سلیپنگ سوٹ مسہری سے اٹھا کے بازو پر ڈالا اور لٹکانے کے لئے کبرڈ کی طرف چل دیا۔

بلیکر نے وہ کپڑوں کی الماری کی طرف بڑھا۔ تو دوسری مسہری پہ
عمران کا اوور کوٹ دکھائی دیا۔
عمران کی اس لاپرواہی سے وہ بہت ہی تنگ تھا۔ اوور کوٹ
مسہری پہ رول کیا رکھا تھا۔
سلیمان کا منہ بن گیا۔ اس نے بڑبڑا کر سلیپنگ سوٹ الماری
میں رکھا اور اوور کوٹ اٹھا لیا۔ کوٹ خاصا وزنی تھا۔
"نہ جانے جیبوں میں کیا ٹھونس رکھا ہے۔"
سلیمان نے بڑبڑا کر کہا اور اوور کوٹ کو ایک سرے سے
پکڑ کر جھاڑ دیا۔
کوئی چیز اوور کوٹ سے نکلی اور دھم کی آواز سے فرش پر
گری۔ سلیمان کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل کر کمرے کی فضا میں گونجی
ایک ننھا سا آدمی فرش پہ پڑا ہوا تھا۔ بادی النظر میں وہ ایک ننھا
بچہ ہی دکھائی دیتا تھا۔
حواس بجا ہونے پر سلیمان نے اس ننھے سے آدمی کا تفصیلی جائزہ لیا۔
وہ بونا تھا۔۔۔!
حیرت انگیز حد تک چھوٹے قد کا۔ اس قدر چھوٹے قد کا کہ سرسری
نگاہ میں اسے بچہ ہی تصور کیا جا سکتا تھا۔ اوور کوٹ کی تہوں سے نکل کر
بونا فرش پہ گرا تھا۔
گرنے کے فوراً بعد وہ اتنی پھرتی سے اٹھا تھا کہ سلیمان کی آنکھیں

حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

بونا اطمینان سے کپڑے جھاڑ کر عمران کی مسہری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے تکیہ اٹھایا اور نیچے سے ایک لمبا سا سگار نکال لیا۔ جیبوں کو ٹٹول کر لائیٹر برآمد کیا اور سگار اپنے چھوٹے سے منہ کے دہانے میں دبا کر سلگانے لگا۔

"آل۔ تو جلال تو ۔۔۔ !" سلیمان کو گھبراہٹ میں اس ورد کے علاوہ کچھ نہ سوجھا۔

"دادا جان کہاں ہیں۔؟"

بونے نے اپنی مہین بیگانہ لہجے میں پوچھا۔ اس وقت وہ اطمینان سے سگار منہ میں دبائے ایک دم آرام کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"دادا جان ۔۔ !" سلیمان نے ہونقوں کی طرح منہ پھاڑ کر پوچھا۔

"کون ہے تمہارا دادا۔ ؟"

"دادا جان ۔۔ علی عمران ۔۔"

"واہ ۔۔ واہ ۔۔ !" سلیمان نے جھوم کر کہا۔ جیسے بونے نے کسی شعر کا پھڑکتا ہوا مصرع پڑھ ڈالا ہو

"ا ہے ان کی تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔ !"

سلیمان کی جھجک بڑی حد تک رفع ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ اپنے روایتی لہجے میں بولا۔

"خاموش اے نا ہنجار باورچی تمہیں اپنے مالک کے لئے ایسے جذبات رکھتے ہوئے شرم آنی چاہیئے ۔۔"

"کیا۔ ؟"

سلیمان کا پارہ ایکدم چڑھ گیا۔ دو بالشت کا آدمی اور اس کی شیخی کرے۔ وہ تو اپنی دانست میں عمران کو بھی گھاس نہ ڈالتا تھا پھر اس بالشتیئے سے کیوں کر اہانت کروا لیتا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو اور آنکھیں ذرا کم ہی پھاڑو۔ ورنہ ہوا لگ جائے گی۔ ویسے کیا تم شرافت سے بتا سکتے ہو کہ دادا جان کب تک واپس آئیں گے۔؟"

"تم یہیں دھونی رچائے بیٹھے رہو میں ابھی انہیں بلوائے لیتا ہوں!"

سلیمان کے ذہن میں ایک نئی شرارت نے سر ابھارا اور وہ مسکرا دیا۔

"جلدی کرو۔ اور ہاں۔ ایک کپ کافی پلا سکو تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"فکر مت کرو صاحبزادے۔ میں تمہاری خاطر خواہ مہمان نوازی کر کے ہی رہوں گا۔"

سلیمان نے اسے گھور کر کہا۔ اور کمرے کے دور افتادہ کونے میں رکھے ہوئے فون پر رانا پیلس کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ ان دنوں جوزف کا قیام رانا پیلس میں ہی تھا۔ دوسری طرف سے جوزف نے فون اٹھایا۔

"جوزف اسپیکنگ دس سائیڈ۔!"

"ابے او کالے صاحب کہاں ہیں۔؟"

"کیوں ۔ سالا تم کیوں فون کیا ۔ ؟"

"ابے تو جلدی سے آجا یہاں ۔ !"

"کیا بات کرتا تم ۔ ؟"

جوزف نے حیرت سے حلق پھاڑا ۔ اس کی حیرت بھی بجا تھی ۔ سلیمان جو اس کے سامنے سے بھی بدکتا ہے ۔ آج اسے دعوت ملاقات دے رہا تھا ۔

لمحہ بھر کے لئے جوزف کے ذہن میں ایک جھپاکا ہوا ۔ !

"کہیں تم ۔۔ سالا کوئی شرارت تو نہیں کرنا مانگتا ۔ ؟"

"ابے اوکالیئے صاحب کسی مصیبت میں پڑ گئے ہیں ۔"

"گڑ گاڈ ۔ ! تم کیسی باتیں کرتا مسٹر کک ۔ !"

"ابے تو جلدی سے آجا بس ۔ !" سلیمان نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا ۔

ننھا آدمی بڑے اطمینان سے ایک صوفہ پہ نیم دراز سگار کے کش لگانے میں مصروف تھا ۔

سلیمان بڑے اطمینان سے بالشتیئے کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر مسکراہٹوں کا طوفان تھا کہ دبائے نہ دبتا تھا ۔

"کیوں ۔ ؟"

بالشتیئے نے اسے گھور کر پوچھا ۔

"گھبراؤ نہیں برخوردار فی الحال تمہارے تایا جان کو اطلاع

کردی ہے۔ ان سے مل لو صاحب سبھی جلد ہی آجائیں گے۔"
سلیمان نے یہ کہنے کے دوران میں کئی بے ساختہ قہقہوں کا گلا
بمشکل گھونٹا ہوگا۔

"تایا جان۔۔!"
باشتیہ نے حیرت سے دہرایا۔
"ہاں۔ تایا جان۔ انہیں تمہارے لئے براہ راست افریقہ سے
برآمد کیا گیا ہے۔!"

"اچھا۔۔!"
باشتیہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔
"اور وہ کافی کا کیا رہا۔!"

"ابھی لایا۔۔!"
سلیمان باورچی خانے کی طرف لپکا۔
جلدی جلدی کافی کی پیالی تیار کرنے کے بعد سلیمان نے جمال
گوٹے کی پڑیا نکال کر تھوڑا سا جمال گوٹا کافی میں ملا دیا۔ یہ پڑیا
اس نے جوزف کے لئے لاکر رکھی تھی۔
شاید وہ ایک بار یہ جمال گوٹا کافی میں ملاکر جوزف کو دے
بھی چکا تھا۔
جمال گوٹا ملی ہوئی کافی لیکر سلیمان کمرے میں داخل ہوا باشتیہ
کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔!

سلیمان نے اس کے نتھنے سے جسم کی اس بیتابی کا اندازہ لگایا جو کافی کے استعمال کے فوراً بعد لاحق ہونے والی تھی تو اسے منہ پھیر کر مسکرانے پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔

ظاہر ہے وہ اس طرح ہنس کر باشتیے کو شک میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔

ا کاسے — باشتیے نے کافی کی پیالی اٹھائی اور ہلکی ہلکی چسکیاں لے کر پینے لگا۔

اطمینان سے کافی ختم کی اور جیب سے سگار نکال کر اس کا کونہ دانتوں سے کاٹنے لگا۔

اب ہنسی روکنا سلیمان کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ کئی ملے جلے قہقہے بیک وقت لگانے کی کوشش میں عجیب ہونقوں کی طرح ہنسنے لگا۔

"دانتوں کی نمائش بند کرو۔" باشتیا اس کے بے تکے قہقہوں پر بھنا گیا۔

"اور کوئی خدمت صاحبزادے۔"

"دفعان ہو جاؤ۔ باورچی زادے۔"

"اچھا بیٹے خاں میں تو چلا۔ ابھی دو منٹ میں یہ ساری اکڑ فوں رخصت ہو جائے گی۔ ویسے پاخانہ اس طرف ہے۔"

سلیمان نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم کھسکو یہاں سے۔؟"

"ایک لوٹا پانی کا یہیں لادوں تمہیں۔؟"

"ابے تم جاتے ہو یا نہیں۔!"

بالشتیا بھڑک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں ایک دم سرخ ہو گئیں۔ جیسے دو سرخ بلب روشن ہو گئے ہوں۔

دوسرے ہی لمحے آنکھوں کی سرخی مدھم ہو گئی اور اس کا ننھا سا ہاتھ بے اختیارانہ اس کے پیٹ پر رک گیا۔ ہاتھ پیٹ پر پھیرا۔ اور جست لگا کر سلیمان کی بتائی ہوئی سمت میں پہنچ گیا۔

اس کی پھرتی نہ صرف قابل داد تھی بلکہ قابل دید بھی تھی۔ دروازہ بڑے زور سے بند ہوا۔ اور سلیمان پاگلوں کی طرح ہنستے ہنستے فرش پر لوٹیں لگانے لگا۔

اچانک اسے نئی سوجھی۔ وہ بھاگ کر پاخانے کے سامنے پہنچا اور بڑے اطمینان کے ساتھ دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

پاخانے کے اندر سے کچھ اس طرح کی آوازیں آ رہی تھیں جیسے اندر کسی کشتی کے پلنگ میں کچرا آ گیا ہو۔ سلیمان کان لگائے اس موسیقی کو سننے لگا۔

ابھی اسے اس حالت میں چند ہی لمحے گذرے تھے کہ جوزف دندناتا ہوا کمرے میں گھس آیا۔

سلیمان پاخانے کے قریب کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی جوزف لپکتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"بولو سالا تم کیوں بلایا ہ"

"اسٹے چپ اندر صاحب کا پتا ریہرسل کر رہا ہے۔"

"واٹ پوتا۔ واٹ ریہرسل۔"

جوزف نے حیرت سے سلیمان کی طرف دیکھا۔ انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے اسے سلیمان کی دماغی صحت پر شبہ ہو گیا ہو۔

پاخانے سے آتی ہوئی آوازیں سن کر جوزف چونکا۔ اور دھڑا دھڑ سے ساتھ کان لگانے پر مجبور ہو گیا۔

اندر سے اس قسم کی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد لٹھا پھاڑ رہا ہو۔

جوزف نے حیرت سے پہلے تو پاخانے کے دروازے کو گھورا پھر مزید حیرت سے سلیمان کی طرف دیکھا۔ سلیمان پیٹ پکڑے دہرا ہو رہا تھا۔ شاید ہنسی کے شدید دوروں نے اسے دردِ شکم میں مبتلا کر دیا تھا۔

جوزف نے جھلا کر پاخانے کا دروازہ کھول دیا اور پھر ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا۔

اس کے سامنے دنیا کی حیرت انگیز مخلوق کا فرد کھڑا تھا جوزف نے پہلی نظر میں بالشتیے کو آدمی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں

کا ۔۔!

لونا پتلون کے بٹن بند کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں سلیمان پر جمی ہوئی تھیں۔

لونے کو دیکھ کر سلیمان ایک مرتبہ پھر پیٹ پکڑ لینے پر مجبور ہو گیا۔

پتلون کے بٹن بند کرنے کے بعد لونا پر وقار چال چلتا ہوا غسل خانے سے باہر نکل آیا۔

جوزف نے ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔ لیکن اس کی نگاہیں مسلسل لونے کے تعاقب میں رہیں۔

لونے نے کمرے میں داخل ہو کر کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

سلیمان کی حالت اسے دو قدم بھی چلنے کی اجازت نہ دے رہی تھی سو وہ وہیں پھسکڑا مار کر بیٹھنے پر مجبور ہو گیا۔ البتہ جوزف پلکیں جھپکائے بغیر لونے کے پیچھے پیچھے گھومتا رہا۔

لونا کمرے کے اس حصے میں پہنچ کر رک گیا جہاں شیشے کی ایک چھوٹی سی الماری رکھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے تپائی گھسیٹ کر الماری کے قریب کی اور اس پر چڑھ کر الماری میں رکھی ہوئی شیشیوں کا جائزہ لینے لگا۔۔!

ایک منٹ تک بالشتیا ان بوتلوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے چند بوتلیں کو الماری سے نکالا۔

بوتلوں کو لے کر وہ بڑے اطمینان سے میز تک آیا اور پھر ایک گلاس پنجوں کے بل کھڑے ہو کر میز پر سے اتارا۔ چند دواؤں کا آمیزہ تیار کیا اور غٹا غٹ پی گیا۔

دوا پی کر بالشتیے نے گلاس میز پر رکھ دیا اور جوزف کی طرف دیکھنے لگا جو اس وقت خاموشی سے اس کی کارکردگی دیکھنے میں مصروف تھا۔

"ویل ڈائینی میں۔۔۔ اب تم اپنے بارے میں شروع ہو جاؤ"

"پہلے تم بتاؤ۔۔۔ میں اب کسی ملازم پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔۔!"

"اوہ۔۔! میں اپنے باس کا باڈی گارڈ ہوں سر۔ میرا نام جوزف ہے۔۔ کیا صاحب تم کو جانتا ہے۔۔؟"

"ہاں مسٹر جوزف۔۔۔ اس باورچی نے کافی میں کوئی دست آور دوا ملا دی تھی۔۔!"

"اوہ۔۔! یہ سالا گک۔۔۔۔۔ کسی دن میں اسے قتل کر دوں گا۔"

جوزف نے گھوم کر سلیمان کی طرف دیکھا اور تیزی سے اس کی طرف چل دیا۔

سلیمان نے جوزف کو غصے میں دیکھا تو اس کی ہنسی رخصت ہوگئی۔ وہ جلدی سے اچک کر اٹھا اور پاخانے میں گھس کر اندر سے کنڈی لگالی۔

جان بچانے کے لئے نزدیک ترین بلکہ محفوظ ترین جگہ فوری طور پر اور کون سی میسر ہوسکتی تھی۔

جوزف نے پاخانے کے دروازے پر مکے برسانے شروع کردیئے۔ لیکن سلیمان جانتا تھا کہ دروازہ کھولنے کا دوسرا مقصد ان گھونسوں کو اپنے جسم پر برداشت کرنا ہوگا۔ جو اس وقت دروازے پر چوٹیں لگارہے تھے۔

مایوس ہوکر جوزف اسے دھمکیاں دیتا ہوا پلٹا اور جاتے جاتے پاخانے کا دروازہ باہر سے بند کرتا گیا۔!!



"تم لوگ چوہے دان میں پھنس چکے ہو ___ جد و جہد کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔!"

"چخ .... چوہے دان ___!"

عمران نے بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھا اور اپنے کندھے پر بوجھ بنے ہوئے بے ہوش آدمی کو پوری قوت سے فرش پر پٹخ دیا۔ اس کی کھوپڑی براہ راست پختہ فرش سے ٹکرائی اور سوکھے ناریل کی طرح چٹخ گئی کھوپڑی سے خون کی دھاریں بہہ نکلیں۔

"یہ کیا کرنے لگے تم۔!" کمرے میں آواز گونجی۔

"ایک چوہے نے خودکشی کر لی ہے۔" عمران نے جواباً گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

ہوں ۔ عمران مجھے گھسنے کی کوشش مت کرو ۔ میں تم سے خوب واقف ہوں ۔ اس لئے توڑ پھوڑ اور فرار کی ہر کوشش بیکار ثابت ہو گی ۔"

"میں بھی تمہیں پہچان گیا ہوں مسٹر دھوبی ۔ اور آج میں اپنی دو عدد دھوتیاں، بچوں کے چھ عدد پوتڑے اور ہونے والے سالے کے ایک درجن لنگوٹ لئے بغیر واپس نہ جاؤں گا ۔"

"بکومت ۔ میں تمہاری ذہانت کا قائل ہوں لیکن ۔ !"

"قائل ہو یا نہیں ۔ مجھے فوراً میرے کپڑے واپس کر دو ورنہ ابھی اسی دھوبی گھاٹ پر دھوبی پاٹ مارنا شروع کر دوں گا ۔ ہاں ۔ !"

"بکومت اور غور سے سنو ۔ ایک خفیہ میکنزم اس پورٹریٹ کے نیچے ہے جو الٹے ہاتھ کی دیوار پر ٹنگی ہوئی ہے ۔ وہاں ایک کھونٹی دکھائی دے گی ۔ اسے اپنی جانب کھینچو ۔ ایک دروازہ نمودار ہو گا اس میں داخل ہو جاؤ ۔ کسی قسم کی شرارت مت کرنا ورنہ خود بھگتو گے ۔ "

"واہ مسٹر دھوبی ۔ گویا تم ہماری بھی ڈرائی کلیننگ کرنے کے موڈ میں ہو ۔ !"

"میں تمہیں صرف دو منٹ دے سکتا ہوں اور ہاں اپنے ریوالور وغیرہ اسی کمرے میں چھوڑ دو ۔ دروازے میں داخل ہونے کے بعد وہ پگھل جائیں گے ایسی صورت میں وہ تمہارے لئے فائدے کی

بجائے نقصان کا باعث بھی ہو

"اچھا... اچھا۔ لیکن کیا تم ہمیں اپنے پاس بلوا رہے ہو۔؟"

"فی الحال یہی مناسب ہے۔!"

"ہوں۔ علی عمران گورداسپوری عرف غیر شادی شدہ تشریف لانے کے لئے بالکل تیار ہے۔" عمران کو اپنی اس بکواس کا کوئی جواب نہ مل سکا۔

اس نے دیدے نچا کر تنویر اور جولیا کی طرف دیکھا جو اس وقت تک خاموش کھڑے اسے گھور رہے تھے۔

جولیا کی حالت قدرے سنبھل چکی تھی لیکن اس قدر بھی نہیں کہ وہ عمران سے الجھ ہی پڑتی۔!

تنویر کا معاملہ الگ تھا۔ ممکن ہے اس نے عمران سے بھڑ جانے پر غور کیا ہو۔ لیکن ایسے وقت میں جبکہ وہ جولیا کو لپٹائے کھڑا تھا۔ عمران سے الجھ کر اس نعمت غیر مترقبہ سے محروم ہو جاتا۔

"ریوالور پھینک دو مسٹر بٹر۔ ورنہ دروازے سے گذرتے وقت یہ مکھن بن جانے لگا۔"

"بکو مت۔ تم اپنا ریوالور پھینک کر جہنم میں کود جاؤ۔ تمہیں ہم سے کوئی غرض نہ ہونا چاہئے۔"

"اچھا۔ اللہ تمہاری جوڑی سلامت رکھے۔"

عمران نے مردہ لہجے میں کہا اور پورٹریٹ کو ہٹا کر اس کی

کھونٹی کو ٹٹولنے لگا

تنویر اور جولیا دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ اچانک عین اس جگہ خلاء نمودار ہوا جہاں وہ کھڑے تھے۔ تنویر نے جلدی سے جولیا کو اپنی طرف کھینچا۔ اور وہ دونوں فرش پر ڈھیر ہو گئے۔!

تنویر کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور اچانک گرنے سے اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اڑتا ہوا خلاء میں جا گرا۔ ریوالور جیسے ہی خلاء میں گرا۔ تنویر کے منہ سے حیرت زدگی کی چیخ نکل گئی۔

ریوالور موم کی طرح پگھل گیا۔!

عمران نے لمحہ بھر کے لئے سوچا۔ پھر اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی اتار کر خلاء میں پھینک دی۔ انگوٹھی خلاء میں گری۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

عمران نے آگے بڑھ کر جولیا کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور اس کے کانوں میں پڑے ہوئے رنگ اتار لئے۔

دوسرے ہی لمحے دیوار میں بنے ہوئے دروازے سے گزرتے ہوئے رنگ فرش پر گرے اور ایک ہلکے سے دھماکے کے ساتھ پھٹ گئے۔

۔ہوں۔ تنویر میاں۔ تم بھی اچھی طرح جائزہ لے لو کہیں کوئی فولادی چیز تو تمہارے پاس نہیں۔؟"

"اس گھڑی کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"آں ہاں اسے بھی پھینکو دھوبی گھاٹ میں۔"

عمران نے اپنی کلائی سے گھڑی اتار کر اندر پھینک دی۔ گھڑی کا انجام بھی پگھلنے والی چیزوں سے مختلف نہ ہوا۔

"کہیں ہمارا بھی حشر ایسا ہی نہ ہو۔ میرا خیال ہے ہمیں اندر نہیں جانا چاہئیے۔" تنویر نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"فکر مت کرو پیارے۔ تم آؤ تو سہی۔ پگھلنے کا مزا بھی دیکھ ہی ڈالیں۔" عمران نے مزے سے جھوم کر کہا۔

"مسٹر دھوبی ہم آ رہے ہیں۔" عمران بلند آواز میں چلایا۔

جواباً کسی قسم کی آواز سنائی نہ دی۔

عمران نے ایک پاؤں دیوار میں بنے ہوئے دروازے کے اُدھر رکھ دیا اور دوسرے ہی لمحے وہ خود بھی اندر داخل ہو گیا۔

عمران کو ہر طرح سے محفوظ دیکھ کر تنویر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اور جولیا کو سہارا دے کر اندر داخل ہو گیا۔

عمران نے سنہری انگوٹھی فرش سے اٹھا کر جیب میں رکھ لی اور آگے بڑھ گیا۔

دروازہ آگے چل کر ایک غار کا دہانہ ثابت ہوا۔ اس غار کی تعمیر کسی خاص قسم کی دھات سے کی گئی تھی۔ دھات چمکدار تھی اور

اس سے روشنی کی لہریں پھوٹتی دکھائی دیتی تھیں ۔ پورا غار بقعۂ نور بنا ہوا تھا ۔ اس قدر روشنی تھی کہ کھوئی ہوئی سوئی بھی تلاش کی جا سکتی تھی ۔

وہ تینوں آگے بڑھتے رہے ۔ غار کچھ زیادہ لمبا اور پیچ در پیچ نہ ثابت ہوا ـــــــ غار کے خاتمے پر پہنچتے ہی ایک بغلی خود کار دروازہ کھل گیا ۔

وہ ادھر ہی مڑ گئے ۔ کچھ آگے جا کر غار ختم ہو گیا اور ایک اور دروازہ کھل گیا ۔

یہ دروازہ ایک کشادہ کمرے کا بیرونی دروازہ ثابت ہوا ۔ سب اندر داخل ہو گئے ۔ ان کے داخل ہوتے ہی دروازہ خودبخود بند ہو گیا ۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی ان سب کی حالت عجیب ہو گئی عمران نے چونک کر اپنا جائزہ لیا ۔ اس کا بدن بے جان ہوتا جا رہا تھا ۔

عمران نے بوکھلا کر چاروں طرف دیکھا اور دھڑام کی آواز سن کر تنویر کی طرف متوجہ ہو گیا ۔ جولیا تنویر کے بازوؤں سے نکل کر فرش پر گر پڑی تھی ۔

جولیا کے گرتے ہی تنویر بھی لہرایا اور فرش پر لمبا لیٹ گیا ان دونوں کی مزاج پرسی کے لئے عمران نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی فرش پر لڑھک کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہونے

کی تعمیر بن گیا۔

وہ تینوں فرش پر چت لیٹے ہوئے تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن جسم بے جان ہو رہے تھے ایک عجیب سی نقاہت ان کے سارے وجود پر طاری تھی۔ اس قدر نقاہت کہ ہاتھ ہلانا بھی دشوار محسوس ہو رہا تھا۔

اچانک کمرے میں زرد رنگ کی روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی کے پھیلتے ہی کمرے کی چھت رفتہ رفتہ روشن ہونے لگی۔

چند لمحوں بعد انہوں نے دیکھا کہ چھت ٹی۔ وی کی اسکرین کی طرح روشن ہو گئی ہے۔ یہ چھت بھی اسی مخصوص دھات سے تیار کی گئی تھی۔ جس دھات سے غار تعمیر ہوا تھا۔ وہی غار جس سے گزر کر وہ لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

چھت کی اسکرین پر لہروں کا ارتعاش لمحہ بھر کے لئے جھما کے کرتا رہا۔ پھر ایک دھندلی سی شبیہہ دکھائی دی۔ یہ شبیہہ رفتہ رفتہ واضح ہوتی چلی گئی۔

اچانک عمران لیٹے ہی لیٹے چلا اٹھا۔

"مسٹر دھ... دھولی... میرے کپڑے دے دو۔" تصویر جواباً مسکرا دی۔

"مسخرے پن سے کام نہیں چلے گا لڑکے۔ اب تم میرے سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"سوال۔ یا نے تم منکر نکیر ہو یا ملا نصیر ماسٹر"۔ عمران کی کراہ بڑی پُر درد تھی۔

"سنجیدگی سے بتاؤ۔ تمہاری سرکاری حیثیت کیا ہے۔"؟

"تمہاری طرح دھوبی نہیں ہوں۔"

"سوچ کر جواب دو۔"؟ گالی کا لہجہ بگڑ گیا۔

"کچھ نہیں۔" اس مرتبہ عمران کا لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔

"پھر حوالات سے تمہیں منتقل کر کے ہمارا آدمی وہاں پہنچانے میں کس کا ہاتھ تھا۔"؟

"میں اس وقت بے ہوش تھا۔"؟

"ہوں۔ ایکسٹو کون ہے۔"؟

"ایکسٹو۔ کیا تم ایکسٹو نہیں ہو۔"؟ عمران نے الٹا اسی پر سوال جڑ دیا۔

"کیا بکتے ہو۔"؟ گالی غرایا۔

"میں اب تمہاری دوہری شخصیت سے مرعوب نہیں ہو سکتا سمجھے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ ایکسٹو ذات کا دھوبی بھی ہو سکتا ہے۔"

"ادھر دیکھو۔ میرا خیال ہے تم بھی لاتوں کے بھوت ہو۔ یوں نہ مانو گے۔"

گالی کی تصویر متحرک ہوئی چھت کی اسکرین پر روشنی نے پھیل کر اسکرین کو اور بھی کشادہ کر دیا اب گالی ایک ایسے کمرے میں دکھائی

دے رہا تھا جہاں چاروں طرف سائنسی آلات ایک خاص ترتیب سے لگے ہوئے تھے۔

گابی مشینوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک بڑی سی مشین کے سامنے رک گیا۔ چند لمحے وہ مشین کو گھورتا رہا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر ایک وہیل کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا۔

وہیل کو ایک خاص رفتار سے دو تین مرتبہ گھمایا۔ وہیل کے گھومتے ہی چھت کی اسکرین دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک حصے میں گابی اور اس کی لیبارٹری دکھائی دے رہی تھی۔ دوسرے حصے میں ایک خالی کمرے کا منظر تھا۔ یہ کمرہ شیشے کا بنا ہوا تھا۔

گابی وہیل گھماتا رہا اس کی نگاہیں ایک مخصوص ڈائل پر جمی ہوئی تھیں۔ ڈائل پر نمبر بنے ہوئے تھے۔ سفید رنگ کے اس ڈائیل کے مرکز سے ایک سرخ رنگ کی روشن لکیر نمبروں پر گھوم رہی تھی۔

سرخ لکیر گھومتی گھومتی جب زیرو پر رک گئی تو گابی نے وہیل سے ہاتھ ہٹا لیا اور ایک نسواری بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دباتے ہی اسکرین پر دکھائی دینے والے کمرے کا ایک دروازہ کھل گیا۔ دروازہ جیسے ہی کھلا ایک دیوقامت گوریلا جھومتا ہوا کمرے میں آ گھسا۔

گابی نے دوبارہ وہیل سنبھالا۔ اب اس نے ایک سرخ سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ اس سوئچ پر ON لکھا ہوا

تھا۔ جیسے ہی اس سوئچ کو آن کیا سکرین پر روشنی کا ایک زبردست جھماکہ ہوا۔ گوریلا فضا میں کئی فٹ اچھلا اور پوری قوت سے فرش پر آ گرا۔

جولیا، تنویر اور عمران سراپا حیرت بنے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اچانک منظر میں ایک حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوئی۔

دیو قامت گوریلا فرش پر بری طرح لوٹ رہا تھا۔ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ مچل رہا تھا۔ اس کے چاروں طرف نیلی روشنی کا ایک دائرہ تھا جو لحظہ بہ لحظہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔

جیسے جیسے نیلی روشنی کا حلقہ تنگ ہو رہا تھا گوریلے کی تڑپ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد نیلا دائرہ گوریلے کے چاروں طرف ایک شکنجے کی طرح چپک گیا۔

اب گوریلے کا جسم اکڑنے لگا اس کی تڑپ معدوم ہو گئی شاید نیلے دائرے نے اسے بری طرح کس لیا تھا۔

اس کے بعد وہ حیرت انگیز منظر سامنے آیا جس نے ان کے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔

جیسے جیسے گوریلے کے گرد روشنی کا حصار تنگ ہو رہا تھا ویسے ہی گوریلے کا جسم بھی مختصر ہوتا جا رہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد روشنی کا دائرہ رک گیا۔!

اب کمرے میں دیو قامت گوریلے کی جگہ ایک ننھا منا گوریلا پڑا ہوا تھا۔

"دیکھا لڑکے۔ کیا تم واقعی گوریلے جیسا انجام پسند کرو گے میرا خیال ہے نہیں۔ کیوں۔؟"

"تم ان سائنسی شعبدوں سے ہمیں متاثر نہیں کر سکتے۔"

"اوہ! تم اسے معمولی سمجھتے ہو۔؟ کیا تم کسی آدمی کا قد ایک بالشت بھی چھوٹا کرنے پر قادر ہو۔؟"

"نہیں۔ لیکن میں اگر چاہوں تو تمہارا قد ہی نہ رہے۔ یعنی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری سمجھے!" عمران کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ اور خونخوار تھا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم نے سرکاری آفیسروں کی بیگمات سے عشق کا ناٹک کیوں شروع کیا تھا۔؟"

"میں اپنے جذبات کا اظہار اشتہار میں کر چکا ہوں۔ شاید تم نے خود کو اس قابل سمجھ کر ہی مجھے پکڑ بلوایا ہے کہ میں تم سے تم... مم... محب... محبت شروع کر دوں گا۔" عمران پھر پٹڑی سے اتر گیا۔

"ہوں۔ میں تمہیں چند گھنٹے سوچ بچار کے لئے اور دیتا ہوں۔ خوب غور کر لو۔"

عمران جواباً خاموش رہا اور احمقوں کی طرح چھت کو گھورتا رہا۔ رفتہ رفتہ سکرین سے گابی کی تصویر غائب ہو گئی۔ اب کمرے

میں عام روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی کے ہوتے ہی زرد روشنی ختم ہو گئی اور ان کی کھوئی ہوئی طاقت بحال ہو گئی۔ عمران اچک کر بیٹھ گیا۔!

تنویر اور جولیا نے "ٹوٹنے والی لگتا ہوں"۔ سے عمران کی طرف دیکھا۔ لیکن عمران نے دانتوں میں انگلی دبا کر شرمانے کی جو اداکاری کی تو دونوں کے منہ بن گئے۔!!!



"ویلسے ثانی ہیں بس لالک اب وہیں بند رہے گا۔ تم اپنے بارے میں شروع ہو جاؤ۔!" جوزف لیو نے کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"میرے بارے میں تفصیلات ناقابلِ یقین حد تک حیرت انگیز ہیں لہٰذا تم صرف میرے سوالات کا جواب دو۔"

"ہوں۔ بولو کیا کہتے ہو۔؟"

"عمران کے بارے میں بتاؤ۔!"

"باس کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔؟"

"یہی کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔؟"

"سوری دوست۔ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"تمہارا مطلب ہے۔" بونا یہ کہکر قدرے چپکا ہو رہا پھر نسبتاً پرسکون لہجے میں بولا۔ "کہیں تم مجھ پر بداعتمادی کا اظہار تو نہیں کر رہے"
"نہیں مسٹر..... میں صرف باس کے احکامات پر نگاہ رکھنے والا آدمی ہوں۔ باقی باتوں سے مجھے کبھی سروکار نہیں رہا۔"
"تو پھر یقین رکھو۔ عمران اس وقت تک مصیبت میں پھنس چکا ہوگا۔"
"کیا۔؟" جوزف اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہولسٹروں سے ریوالور نکل کر اس کے ہاتھوں میں آ گئے۔ ریوالوروں کا رخ بونے کی طرف تھا۔ بونے نے لمحہ بھر کے لئے اس تبدیلی پر حیرت کا اظہار کیا پھر اس کا ننھا سا دہانہ مسکراہٹ سے پھیل گیا۔
"تم غلط سمجھے میرے دوست۔ میرا مطلب تھا کہ عمران نے اپنے دشمنوں کے پھندے میں پھنس گیا ہوگا۔"
"کیا تم باس کے دشمنوں سے واقف ہو۔؟"
"ہاں۔ وہ میرا اور عمران کا مشترکہ دشمن ہے۔!"
"ان کا پتہ بتاؤ دوست۔ جوزف دی فائیٹر اپنے باس کے دشمنوں کی گردنیں توڑنے کے لئے بے تاب ہے۔!"
"اس قدر جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ کیا عمران کا کوئی معتمد دوست نہیں جس کا تعاون حاصل کیا جا سکے۔؟"
"کیوں۔؟" جوزف نے آنکھیں سکیڑ کر مشکوک لگا ہوں

سے بوسنے کو گھورا۔

"عمران کی رہائی کیلئے ہم دونا کافی ہوں گے۔"

"ہوں۔ تم اسی طرح بیٹھو میں معلوم کرتا ہوں۔" جوزف اسے کور کئے ہوئے فون کی طرف بڑھا۔ اپنے ہاتھ سے ریوالور ہولسٹر میں ڈالا اور جلدی جلدی رانا پیلس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف چند سیکنڈ تک گھنٹی بجتی رہی۔ پھر ریسیور اٹھانے کی آواز سنائی دی۔ دوسری طرف سے فون بلیک زیرو نے اٹینڈ کیا تھا۔

"طاہر اسپیکنگ۔"

"مسٹر طاہر ایک مختصر سا آدمی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"کون بات کرنا چاہتا ہے۔" بلیک زیرو کی آواز میں تحیر تھا۔

جوزف نے اسے جواب دینے کی بجائے اشارے سے بونے کو قریب بلایا اور ریسیور اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

بونے نے دونوں ہاتھوں سے ریسیور پکڑا اور ماؤتھ پیس میں منمنایا۔ "شوگی اسپیکنگ۔ سپاڑو ویڈ۔"

"مسٹر شوگی میں طاہر ہوں۔ جوزف نے شاید آپ ہی سے بات کرنے کے لئے کہا تھا۔ کہئے میں سن رہا ہوں۔"

"مسٹر طاہر آپ نے شاید عمران سے میرے بارے میں سنا ہو۔ میں ان کا ماضی میں قریبی دوست تھا۔"

عمران کے دوست ۔۔!" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرانگی اور بے یقینی کی جھلک صاف محسوس ہو رہی تھی ۔

اگر تفصیل ہے ۔ اپنے بارے میں بتائیں تو شاید مجھے سمجھنے میں آسانی ہو جائے ۔۔"

"میرا خیال ہے ہم بالمشافہ زیادہ بہتر طریقے سے متعارف ہو سکیں گے ۔"

"ہوں ۔" بلیک زیرو نے ایک لمحہ کچھ سوچا پھر بولا۔" ٹھیک ہے ۔ مسٹر شوگی آپ جوزف کے ہمراہ آجائیں ۔ اور ہاں ریسیور ذرا جوزف کو دے دیں ۔!"

"یس جوزف دس سائڈ ۔" جوزف نے ریسیور لے کر کہا ۔

"جوزف ۔ شوگی کو لے کر دانا پیلس آجاؤ ۔ تعاقب کا خیال رکھنا ۔ عمران صاحب کو بھی نگاہ میں رکھنا ۔"

کے ... ماسٹر ہو گا ۔

جوزف نے ریسیور کریڈل میں ڈالا اور شوگی کو چلنے کا اشارہ کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔ جاتے جاتے جوزف نے پایاں ... دروازہ بھی کھول دیا ۔ اس کی دانست میں سلیمان کو اس حبس زدہ فضا میں قید ہوئے خاصی دیر ہو گئی تھی ۔ فلیٹ سے اتر کر جوزف نے فیاٹ کی فرنٹ سیٹ پر شوگی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا ۔ اور ... انجن ... سٹارٹ کر کے چلدیا ۔ فیاٹ مختلف سڑکوں پر چکراتی رہی ۔

جوزف ڈرائیو کرتے وقت خوب چوکنا ہو رہا تھا۔ اس کی نگاہیں عقبی آئینے سے تعاقب کے امکانات کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں چند سڑکوں پر مصروف گھومنے کے بعد جوزف کو تعاقب کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے فیٹ کا رخ رانا پیلس کی طرف موڑ لیا۔ شوگی ان تمام باتوں سے بے نیاز آنکھیں بند کئے سگار کے کش لینے میں مصروف رہا۔ جوزف نے کنکھیوں سے اسے دیکھا اور اس کے موٹے موٹے سیاہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"مسٹر شوگی یہ تم اس قدر بڑے بڑے سگار کس طرح سے برداشت کر لیتے ہو۔؟"

"میرے قدر پرست جاذ دوست۔ میری طاقت کا اندازہ تم اس سے لگا سکتے ہو کہ میرا ایک گھونسہ تمہارے جیسے تو اس غائب کر سکتا ہے۔"

"واٹ۔!" جوزف کا ہاتھ اسٹیرنگ پر بہک گیا۔ فیاٹ ٹکرائی لیکن جوزف نے جلد ہی فیاٹ پر قابو پا لیا۔ "اپنی چونچ بند رکھو مسٹر شاید تم نہیں جانتے کہ جوزف دی فائٹر اس قسم کے چیلنج برداشت کرنے کا عادی نہیں۔"

"خیر خیر کبھی یہ بھی سہی۔ آپس کے جھگڑے دشمن سے نپٹنے کے بعد۔" شوگی نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے اور جوزف غصے سے بل کھاتا اور ہونٹ چباتا رہا۔ بیس منٹ بعد فیاٹ رانا پیلس کے

گیٹ میں داخل ہو گئی۔ نیاٹ کو پورچ میں رکنے کے بعد جوزف نیچے اترا۔ ہولسٹروں سے ریوالور نکل کر اس کے ہاتھوں میں آ گئے۔ شوگی بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

بلیک زیرو برآمدے میں ان کا منتظر تھا۔ اس نے گرانڈیل جوزف کے ہمراہ ایک ننھا منا سا آدمی دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"مسٹر طاہر۔۔۔!" شوگی نے بلیک زیرو کے قریب پہنچ کر کہا

"یس مسٹر شوگی۔!" بلیک زیرو نے حیرت سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے بوکھلا کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

اگرچہ شوگی کا ہاتھ طاہر کے ہاتھ سے کئی حصے چھوٹا تھا۔ تاہم وہ ہاتھ غیر معمولی طور پر مضبوط تھا۔ جسے محسوس کر کے طاہر اس بالشتیے کی طاقت کا قائل ہو گیا۔

"اندر تشریف لائیے۔!" بلیک زیرو حیرت کے عالم میں واپس پلٹا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ شوگی اس کے عقب میں اندر چلا گیا اور جوزف چٹان کی طرح دروازے پر جم گیا۔

"جوزف تم فی الحال ہمیں تنہا چھوڑ دو۔" بلیک زیرو نے جوزف کو آنکھ سے ایک مخصوص اشارہ کیا اور جوزف دروازے سے ہٹ کر برآمدے میں ٹہلنے لگا۔

"آپ نے فون پر کہا تھا کہ آپ عمران کے پرانے دوست ہیں" بلیک

زیرو نے حیرت سے شوگی کا جائزہ لیتے کہا۔

"ہاں۔ میں آکسفورڈ میں ان کا کلاس فیلو تھا اور ان دنوں ایروما سیکرٹ سروس کا چیف ہوں۔!"

"جی۔" بلیک زیرو اس انکشاف پر بوکھلا گیا۔

"میرا شناختی کارڈ" شوگی نے اسے متحیر دیکھ کر اپنا کارڈ جیب سے برآمد کیا اور میز پر ڈال دیا۔ بلیک زیرو نے کارڈ ہاتھ میں لیا اور اس پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ شناختی کارڈ میں ایک تصویر چسپاں تھی یہ تصویر بلاشبہ شوگی ہی کی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ تصویر کے مطابق شوگی دراز قد اور فربہ اندام نہ تھا۔

"ناممکن۔" بلیک زیرو زیر لب بڑبڑایا اور شناختی کارڈ ہاتھ میں لے کر اٹھ گیا۔ "میں ایک منٹ کے لئے معذرت چاہوں گا مسٹر شوگی۔!"

"اوہ۔ کوئی بات نہیں۔ آپ اچھی طرح اطمینان کر لیں۔"

بلیک زیرو نے فون پر سر سلطان کے نمبر ڈائل کئے۔ کچھ دیر بعد دوسری طرف سے سر سلطان کی باوقار آواز سن کر بلیک زیرو بولا۔ "سر میں طاہر بول رہا ہوں۔!"

"کیا بات ہے طاہر۔ اور عمران کہاں ہے۔؟"

"وہ دو روز سے غائب ہیں جناب۔ میں خود لاعلم ہوں۔!"

"ہوں۔ نہ جانے یہ گدھا کس چکر میں ہے۔ تم کہو کیا بات ہے؟"

"سر ایروما سیکرٹ سروس کا چیف کون ہے اور ان کا فوٹو گرام کیا ہے؟"

"کہاں ضرورت آن پڑی۔"

"پیں ... ذرا ضرورت تھی۔"

"تم کون ہے کہہ عمران سے۔" سر سلطان کے لہجے میں خفیف سی ... کا احساس ہوتا تھا اور یہ واقعہ تھا کہ عمران کبھی قبل از وقت انہیں کچھ نہیں بتاتا تھا۔

... منٹ فون پر خاموشی رہی پھر سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"شوگی ... ہمراہ ہیں اور ایک عجیب سا مونوگرام ہے بلیک ... سنہری سانپ۔"

"تھینک یو سر۔" بلیک زیرو نے فون بند کر دیا اور شوگی کی طرف ...

"... شناختی کارڈ کی تو تصدیق ہو گئی اب اپنے حالات تفصیل سے بتائیں خاص طور سے اس راز کو ظاہر کریں کہ تنویر کے مقابلے میں آپ اس قدر کوتاہ قد کیوں کر ہیں۔؟"

"مسٹر طاہر میں دراصل ایک اسپیشل مشن پر یہاں آیا ہوا ہوں۔"

"کیسا مشن مسٹر شوگی۔؟"

"تفصیلات تو بعد میں سہی ایک بات سن لیں گالی ہمارا مشترکہ دشمن ..."

"کیا۔" بلیک زیرو اپنی سیٹ پر اچھلا۔ "آپ گالی کو کس طرح جانتے ..."

... شوگی کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے سگار کا ایک ... کش لگایا اور بولا۔

"مسٹر طاہر گاہی ایک جرمن سائنسداں ہے۔ پچھلی جنگ کے دوران میں اس نے ایک اہم فارمولے پر کام شروع کیا تھا۔ جیسے ہی فارمولا آخری مرحلے میں داخل ہوا وہ جرمنی سے فرار ہو کر یہاں آگیا تھا۔"

"کیا آپ کی حکومت نے اسے پناہ دی تھی۔"

"ہاں۔ میری حکومت نے اسے مشروط پناہ دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اور فارمولے کی تکمیل کے لئے اخراجات برداشت کرنے کی حامی بھر لی تھی۔"

"وہ فارمولا کس قسم کا تھا مسٹر شوگی۔"

"ایک خطرناک ایجاد۔ ایک عجیب و غریب خصوصیت کی حامل شعاع جسے اس نے "گاف ریز" کا نام دیا۔"

"وہ عجیب و غریب خصوصیت کیا ہے۔" بلیک زیرو اب گہری دلچسپی سے اس کی باتوں کی طرف متوجہ تھا۔

"دراصل گاف ریز جب ایک مشین سے آزاد کی جاتی ہیں۔ تو وہ ایک نیلگوں دائرے میں گھومتی ہیں۔ اس دائرے کو بوقت ضرورت پھیلایا اور سکیڑا جا سکتا ہے۔"

"دائرے کے سکڑنے یا پھیلنے سے کیا کام لیا جا سکتا ہے۔؟"

"اس شعاعی دائرے کے سکڑنے سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کی ایک مثال تو میں خود تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

"تم۔!" بلیک زیرو حیرت کی زیادتی سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ آپ کا

مطلب ہے آپ کی جسامت اسی سائنسی شعبدے سے کم ہوئی ہے۔؟"

"ہاں طاہر۔ یہ اسی تباہ کن ایجاد کا نتیجہ ہے۔"

"کیا۔ گاف ریز کو کسی اور کام میں بھی لایا جاسکتا ہے ؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔ بھئی اس کا حلقہ تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو بیک وقت چوہوں جتنی جسامت میں تبدیل کرسکتا ہے۔!"

"اوہ۔ یہ بھار مولا کسی تخریب پسند سلک کے ہاتھ لگ گیا تو کیا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے گابی خود ہی حکومت کرنے کی فکر میں ہے۔"

"ساری دنیا کی شہنشاہیت۔ ہونہہ :" بلیک زیرو نے حقارت سے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔"نہ جانے عمران صاحب پر کیا گزری ہے ؟"

"میرا خیال ہے وہ گابی کی قید میں ہے۔؟"

"آپ اس کی قیام گاہ سے تو واقف ہوں گے۔ بلیک زیرو اچانک کسی خیال سے چونک اٹھا۔

"ہاں بھئی۔ اب جبکہ میں اس نوبت کو پہنچ گیا ہوں اور تنہا کچھ نہیں کرسکتا۔ ایسی صورت میں تمہارا ساتھ دینا ضروری ہے۔"

"لیکن مسئلہ تو عمران صاحب کا ہے مسٹر شوگی۔!"

"ان کے بارے میں فکر مت کرو میں دو روز قبل ان سے مل چکا ہوں۔"

"اوہ۔ لیکن مجھے اس ملاقات کا علم نہیں۔"

"میں دراصل اسے ایک چوٹ دینا چاہتا تھا۔ بڑی خواہش تھی

کہ کبھی اسے بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دوں۔ سواس مختصر جسامت کی وجہ سے یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔"

شوگی نے سارا قصہ بڑی تفصیل سے سنا دیا اور بلیک زیرو دل کی گہرائیوں سے ہنس دیا۔

"میں ابھی عمران صاحب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" شوگی نے یہ کہکر ایک عجیب ساخت کا ننھا سا ٹرانسمیٹر کوٹ کی جیب سے برآمد کیا اور اپنی مہین آواز میں بولنے لگا۔

"ہیلو دادا جان .... ہیلو دادا جان۔"!!



صفدر کئی دنوں سے ایک خوبصورت نوجوان کے میک اپ میں تھا۔ اس کے جسم پر عمران جیسے ٹیکنی کلر کپڑے تھے۔ شکل صورت سے وہ خود کو انتہائی احمق پوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند دنوں سے وہ مسلسل کئی بیگمات سے اظہار عشق کر رہا تھا ... کی بات یہ تھی کہ عشق کرنے کی یہ ڈیوٹی اس پر سرکاری طور پر ... لگائی گئی تھی۔ اسے اس وقت ایکسٹو کی دماغی صحت پر شبہ ہو گیا تھا ... اس نے اسے ایک مکمل فہرست دی تھی کہ جاؤ اور ان ... کرو۔ ... اس سرکاری عشق کا بخار اتارنے کے لئے وہ ... کی ... سرکاری قیام گاہ کے گرد چکرا رہا تھا۔ اگرچہ اس کے چہرے پر ... احمقوں کے وہ ڈونگرے تو نہ برس رہے جن پر صرف عمران ہی کو

عبور حاصل تھا۔ تاہم وہ کسی نہ کسی طور عمران کی حماقتوں کو ہو بہو دہرانے کی سعی میں مصروف تھا۔

عمران کی اوٹ پٹانگ حرکتوں کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کے لئے یہ ایک نادر موقع تھا اور صفدر نے اس سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد کیا تھا۔ وہ اس بات کا شدت سے قائل ہو گیا کہ ہر وقت حماقتیں کرنا بھی ایک فن ہے اور ذہنی طور پر چاق و چوبند انسان ہی کے لئے ممکن ہے ورنہ عام آدمی واقعی احمق بن کر رہ جائے۔

وزیر خارجہ صبح غیر ملکی دورے پر روانہ ہو گئے تھے۔ اس لئے صفدر نے فیصلہ کیا کہ کوئی نہ کوئی حماقت کر ہی گزرنا چاہئے۔ ورنہ عقلمندی کرنے کا موقعہ ڈھونڈتے نہ جانے کتنی مدت گزر جائے۔۔

تھوڑی دیر عمران کے مندرجہ بالا نقوش کو ذہن میں دہرانے کے بعد وہ گھومتا ہوا قیام گاہ کے پھاٹک کے قریب پہنچ گیا۔

سلاخدار پھاٹک بند تھا اور اندر ایک رائفل بردار سپاہی گھوم رہا تھا۔

صفدر کو دیکھ کر سپاہی رک گیا اور ہاتھ ہلا کر غرایا۔

"بھاگ جاؤ یہاں سے۔۔"

"ادھر آؤ۔" صفدر نے لاپرواہی سے ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے بلایا۔ سپاہی سلاخدار پھاٹک کے ادھر کھڑا ہو گیا اور بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کیا بات ہے۔؟"

"یہ کارڈ اندر پہنچا دو۔ خیال رہے کہ یہ کارڈ بیگم صاحبہ کے ہاتھوں تک پہنچ جائے۔" صفدر نے عمران کا ڈھمپ والا کارڈ نکال کر اسے پکڑا دیا۔

"کک.... کیا۔!" سپاہی گڑبڑا گیا۔

صفدر دیکھنے میں آوارہ گرد سا نوجوان دکھائی دیتا تھا ظاہر ہے ایسے آدمی کا بیگم خارجہ سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔!"

سپاہی نے حیرت سے دیدے پھاڑ کر صفدر کا سر تا پا جائزہ لیا۔ اس نے زندگی میں کبھی ایسا شہزادہ نہیں دیکھا تھا۔ جو کپڑوں کے معاملے میں اسقدر رنگیلا واقع ہوا ہو۔ یا پھر شہر سے تین میل پیدل چل کر آیا ہو۔

سپاہی اپنی جگہ درست تھا کیونکہ اس نے صفدر کو پیدل ہی آتے دیکھا تھا۔ دراصل صفدر نے اس بات کا خیال ہی نہیں رکھا وہ ان دنوں موٹر سائیکل استعمال کر رہا تھا۔

سپاہی نے الجھے الجھے ذہن سے کارڈ کیبن میں بیٹھے ہوئے دوسرے سپاہی کے حوالے کیا اور اسے کچھ سمجھا کر اندر بھیج دیا

چند لمحوں بعد صفدر ایک آرام دہ صوفہ پر بیٹھا ہوا ڈرائنگ روم کی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بیگم خارجہ فریدہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ فریدہ ملک کی حسین ترین اور فیشن ایبل بیگمات میں سے ایک

تھی. ابھی نوعمر ہی تھی. صفدر راستے دو ایک سرکاری تقریبوں میں دیکھ چکا تھا وہ واقعی قدرت کا حسین ترین شاہکار تھی۔

بیگم فریدہ کو دیکھکر صفدر بری طرح چونکا. واقعی اس کی حماقت رنگ لے آئی تھی. آنے والی نے اگرچہ فریدہ کا میک اپ بڑی صفائی سے کر رکھا تھا لیکن وہ صفدر کی باریک بین نگاہوں سے بچ نہ سکی۔

صفدر اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھا رہا۔ وہ اسکی پذیرائی تک کے لئے نہیں اٹھا. البتہ اس کے چہرے پر حماقتوں کی نہیں کچھ اور دبیز ہو گئیں۔ بیگم فریدہ بڑی پروقار چال چلتی اس کے سامنے آ کر رک گئی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس نے نہ صفدر کو اجنبی سمجھ کر اجنبیت کا اظہار کیا اور نہ ہی یگانگت کا کوئی تاثر پیش کیا۔

بیگم فریدہ خاموشی سے کھڑی رہی۔ صفدر سمجھ گیا کہ وہ چاہتی ہے کہ گفتگو کی ابتدا اسی کی طرف سے ہو. وہ دل ہی دل میں مسکرایا اور منہ پھلا کر بولا۔

"آج ہم اپنا قصور معلوم کر کے رہیں گے فریدہ ..."

"جی ... جی .... !" بیگم فریدہ کے لہجے سے قدرے حیرت کا تاثر ظاہر ہوا۔ شاید وہ صفدر سے اس قدر بے باک گفتگو کی توقع نہ کر سکی تھی۔

"ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ہماری محبت آپکے دل سے بالکل ختم ہو گئی ہے؟"

"آپ نہ جانے کیوں ایسی باتیں کیا کرتے ہیں۔"

"پھر آج ساحل پر نہ آنے کی وجہ۔ ہم کئی گھنٹے انتظار کرنے کے بعد یہاں آئے ہیں"

"اوہ پرنس۔ دراصل میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے میں معذرت چاہتی ہوں کہ آپ کو انتظار کی کوفت اٹھانا پڑی۔"

"انتظار تو ہمارا مقدر ہو چکا ہے۔" صفدر کی آواز اس مرتبہ بھرا گئی اور دوسرے ہی لمحے اس کے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ جنہیں دیکھ کر بیگم فریدہ سراسیمہ ہو گئی۔

"ہم آج ہی اپنی ریاست لوٹ جائیں گے۔ ہم ہمیشہ کے لئے جا رہے ہیں فریدہ۔ ہمیں پہلے سے ہی معلوم تھا کہ ہمارے ساتھ مذاق ہو رہا ہے۔"

"ارے آپ کی یہ عادت نہ گئی۔ اب طبیعت سنبھلی ہوئی ہے۔ چلئے میں شام کو ضرور آجاؤں گی۔" اس مرتبہ فریدہ کا لہجہ سراسیمگی سے پاک اور بڑی حد تک بے باک تھا۔

"اچھا۔" صفدر ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیزی سے آگے بڑھا جیسے بیگم فریدہ کو اپنی باہوں میں سمیٹ لے گا۔ بیگم فریدہ چونک کر پیچھے ہٹی اور خود ہی کھسیا کر ہنس دی۔ صفدر نے اس کے پاؤں کی طرف پھرتی سے جھک کر ایک گرا ہوا رومال اٹھا لیا۔

"ہم اپنی ساحلی ہٹ میں آپ کے منتظر رہیں گے۔ خدارا اس مرتبہ انتظار کی گھڑیوں کو طول مت دیجئے گا۔"

"ساحلی ہٹ۔" بیگم فریدہ بڑبڑائی اس کی بڑبڑاہٹ اتنی واضح تھی کہ صفدر نے بآسانی سن لی۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر بیگم فریدہ کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔

اب کمرے میں دیو قامت گوریلے کی جگہ ایک ننھا منا گوریلا پڑا ہوا تھا۔

"دیکھا لڑکے۔ کیا تم واقعی گوریلے جیسا انجام پسند کرو گے میرا خیال ہے نہیں۔ کھیل۔؟"

"تم ان سائنسی شعبدوں سے ہمیں متاثر نہیں کر سکتے۔"

"اوہ! تم اسے معمولی سمجھتے ہو۔؟ کیا تم کسی آدمی کا قد ایک بالشت بھی چھوٹا کرنے پر قادر ہو۔؟"

"نہیں۔ لیکن میں اگر چاہوں تو تمہارا قد بھی نہ رہنے دوں۔ یعنی نر رہے بانس نہ بجے بانسری سمجھے!" عمران کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ اور خونخوار تھا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم نے سرکاری آفیسروں کی بیگمات سے عشق کا ناٹک کیوں شروع کیا تھا۔؟"

"میں اپنے جذبات کا اظہار اشتہار میں کر چکا ہوں۔ شاید تم نے خود کو اس قابل سمجھ کر ہی مجھے پکڑ بلوایا ہے کہ میں تم سے تم... مم... محب... محبت شروع کر دوں گا۔" عمران پھر پٹڑی سے اتر گیا۔

"ہوں۔ میں تمہیں چند گھنٹے سوچ بچار کے لئے اور دیتا ہوں۔ خوب غور کر لو۔"

عمران جواباً خاموش رہا اور بیوقوفوں کی طرح چھت کو گھورتا رہا رفتہ رفتہ سکرین سے گابی کی تصویر غائب ہو گئی۔ اب کمرے

میں عام روشنی پھیل گئی - اس روشنی کے ہوتے ہی زرد روشنی ختم ہو گئی اور ان کی بگوی ہوئی طاقت بحال ہو گئی ۔ عمران اچک کر بیٹھ گیا ۔!

تنویر اور جولیا نے ٹٹولنے والی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا ۔ لیکن عمران نے دانتوں میں انگلی دبا کر شرمانے کی جو اداکاری کی تو دونوں کے منہ بن گئے ۔!!!

" ویلے ٹائنی مین بس الاکٹ اب وہیں بند رہے گا ۔ تم اپنے بارے میں شروع ہو جاؤ ۔ ! جوزف ابو نے کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا ۔

" میرے بارے میں تفصیلات ناقابل یقین حد تک حیرت انگیز ہیں لہٰذا تم صرف میرے سوالات کا جواب دو ۔ "

" ہوں ۔ بولو کیا کہتے ہو ۔ ؟ "

" عمران کے بارے میں بتاؤ ۔! "

" باس کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو ۔ ؟ "

" یہی کہ وہ اس وقت کہاں ہے ۔ ؟ "

" سوری دوست ۔ میں کچھ نہیں بتا سکتا ۔ "

"تمہارا مطلب ہے۔" بونا یہ کہکر قدرے چپکا ہو رہا پھر نسبتاً پرسکون لہجے میں بولا "کہیں تم مجھ پر بداعتمادی کا اظہار تو نہیں کر رہے"

"نہیں مسٹر..... میں صرف باس کے احکامات پر نگاہ رکھنے والا آدمی ہوں۔ باقی باتوں سے مجھے کبھی سروکار نہیں رہا۔"

"تو پھر یقین رکھو۔ عمران اس وقت تک مصیبت میں پھنس چکا ہوگا۔"

"کیا۔؟" جوزف اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہولسٹروں سے ریوالور نکل کر اس کے ہاتھوں میں آگئے۔ ریوالوروں کا رخ بونے کی طرف تھا۔ بونے نے لمحہ بھر کے لئے اس تبدیلی پر حیرت کا اظہار کیا پھر اس کا ننھا سا دہانہ مسکراہٹ سے پھیل گیا۔

"تم غلط سمجھے میرے دوست۔ میرا مطلب تھا کہ عمران نے اپنے دشمنوں کے پھندے میں پھنس گیا ہوگا۔"

"کیا تم باس کے دشمنوں سے واقف ہو۔؟"

"ہاں۔ وہ میرا اور عمران کا مشترکہ دشمن ہے۔!"

"ان کا پتہ بتاؤ دوست۔ جوزف دی فائیٹر اپنے باس کے دشمنوں کی گردنیں توڑنے کے لئے بیتاب ہے۔!"

"اس قدر جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ کیا عمران کا کوئی معتمد دوست نہیں جس کا تعاون حاصل کیا جاسکے۔؟"

"کیوں۔؟" جوزف نے آنکھیں سکیڑ کر مشکوک نگاہوں

سے بونے کو گھورا۔

"عمران کی رہائی کیلئے ہم دونا کافی ہوں گے۔"

"ہوں۔ تم اسی طرح بیٹھو میں معلوم کرتا ہوں۔" جوزف نے اسے کور کئے ہوئے فون کی طرف بڑھا۔ اپنے ہاتھ سے ریوالور ہولسٹر میں ڈالا اور جلدی جلدی رانا پیلس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف چند سیکنڈ تک گھنٹی بجتی رہی۔ پھر ریسیور اٹھانے کی آواز سنائی دی۔ دوسری طرف سے فون بلیک زیرو نے اٹینڈ کیا تھا۔

"طاہر اسپیکنگ۔"

"مسٹر طاہر ایک مختصر سا آدمی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"کون بات کرنا چاہتا ہے۔" بلیک زیرو کی آواز میں تحیر تھا۔

جوزف نے اسے جواب دینے کی بجائے اشارے سے بونے کو قریب بلایا اور ریسیور اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

بونے نے دونوں ہاتھوں سے ریسیور پکڑا اور ماؤتھ پیس میں منمنایا۔ "شوگی اسپیکنگ۔ سپارٹ ورلڈ۔"

"مسٹر شوگی میں طاہر ہوں۔ جوزف نے شاید آپ ہی سے بات کرنے کے لئے کہا تھا۔ کہئے میں سن رہا ہوں۔"

"مسٹر طاہر آپ نے شاید عمران سے میرے بارے میں سنا ہو۔ میں ان کا ماضی میں قریبی دوست تھا۔"

عمران کے دوست ۔۔!" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرانگی اور بےیقینی کی جھلک صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"اگر تفصیل سے ۔ اپنے بارے میں بتائیں تو شاید مجھے سمجھنے میں آسانی ہو جائے ۔۔"

"میرا خیال ہے ہم بالمشافہ زیادہ بہتر طریقے سے متعارف ہو سکیں گے۔"

"ہوں ۔" بلیک زیرو نے ایک لمحہ کچھ سوچا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے ۔ مسٹر شوگی آپ جوزف کے ہمراہ آجائیں ۔ اور ہاں ریسیور ذرا جوزف کو دے دیں۔"

"یس جوزف دی سالٹ ۔" جوزف نے ریسیور لے کر کہا۔

"جوزف ۔ شوگی کو لے کر دانا ہاؤس آجاؤ۔ تعاقب کا خیال رکھنا ۔ عمران صاحب کو بھی نگاہ میں رکھنا ۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

جوزف نے ریسیور کریڈل میں ڈالا اور شوگی کو چلنے کا اشارہ کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جاتے جاتے جوزف نے باتھ روم کا دروازہ بھی کھول دیا۔ اس کی دانست میں سلیمان کو اس خطرناک فضا میں قید ہوئے خاصی دیر ہو گئی تھی۔ فلیٹ سے اتر کر جوزف نے فیاٹ کی فرنٹ سیٹ پر شوگی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور کار اسٹارٹ کر کے چلدیا۔ فیاٹ مختلف سڑکوں پر چکراتی رہی۔

جوزف ڈرائیو کرتے وقت خوب چوکنا ہو رہا تھا۔ اس کی نگاہیں عقبی آئینے سے تعاقب کے امکانات کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں چند سڑکوں پر بے مصرف گھومنے کے بعد جوزف کو تعاقب کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے فیٹ کا رُخ رانا پیلس کی طرف موڑ لیا۔ شوگی ان تمام باتوں سے بے نیاز آنکھیں نیم کئے سگار کے گہرے کش لینے میں مصروف رہا۔ جوزف نے کنکھیوں سے اسے دیکھا اور اس کے موٹے موٹے سیاہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

"مسٹر شوگی یہ تم اس قدر بڑے بڑے سگار کس طرح سے برداشت کر لیتے ہو۔"

"میرے قد پر مت جاؤ دوست۔ میری طاقت کا اندازہ تم اس سے لگا سکتے ہو کہ میرا ایک گھونسہ تمہارے حواس غائب کر سکتا ہے۔"

"واٹ۔" جوزف کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہک گیا۔ فیاٹ ٹکرائی لیکن جوزف نے جلد ہی فیاٹ پر قابو پا لیا۔ "اپنی چونچ بند رکھو مسٹر شاید تم نہیں جانتے کہ جوزف دی فائیٹر اس قسم کے چیلنج برداشت کرنے کا عادی نہیں۔"

"خیر۔ خیر کبھی یہ بھی سہی۔ آپس کے جھگڑے سے دشمن سے نپٹنے کے بعد۔" شوگی نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے اور جوزف غصے سے بل کھاتا اور ہونٹ چباتا رہا۔ بیس منٹ بعد فیاٹ رانا پیلس

گیٹ میں داخل ہو گئی ۔ نیاٹ کو پورچ میں روکنے کے بعد جوزف نیچے اترا ۔ ہولسٹروں سے ریوالور نکل کر اس کے ہاتھوں میں آ گئے ۔ شوگی بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

بلیک زیرو برآمدے میں ان کا منتظر تھا۔ اس نے گرانڈیل جوزف کے ہمراہ ایک ننھا منا سا آدمی دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔

"مسٹر طاہر ۔ !" شوگی نے بلیک زیرو کے قریب پہنچ کر کہا

"یس مسٹر شوگی ۔ !" بلیک زیرو نے حیرت سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے بوکھلا کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا ۔

اگرچہ شوگی کا ہاتھ طاہر کے ہاتھ سے کئی حصے چھوٹا تھا تاہم وہ ہاتھ غیر معمولی طور پر مضبوط تھا۔ جسے محسوس کر کے طاہر اس بالشتیے کی طاقت کا قائل ہو گیا۔

"اندر تشریف لائیے ۔ !" بلیک زیرو نے تفہیم کے عالم میں واپس پلٹا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ شوگی اس کے عقب میں اندر چلا گیا اور جوزف چٹان کی طرح دروازے پہ جم گیا۔

"جوزف تم فی الحال ہمیں تنہا چھوڑ دو ۔" بلیک زیرو نے جوزف کو آنکھ سے ایک مخصوص اشارہ کیا اور جوزف دروازے سے ہٹ کر برآمدے میں ٹہلنے لگا ۔

"آپ نے فون پر کہا تھا کہ آپ عمران کے پرانے دوست ہیں" بلیک

زیرو نے حیرت سے شوگی کا جائزہ لیتے کہا۔

"ہاں۔ میں آکسفورڈ میں ڈان کا کلاس فیلو تھا اور اب ڈون ایرونا سیکرٹ سروس کا چیف ہوں۔!"

"جی ۔۔!" بلیک زیرو اس انکشاف پر بوکھلا گیا۔

"میرا شناختی کارڈ ۔!" شوگی نے اسے متحیر دیکھ کر اپنا کارڈ جیب سے برآمد کیا اور میز پر ڈال دیا۔ بلیک زیرو نے کارڈ ہاتھ میں لیا اور اس پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ شناختی کارڈ میں ایک تصویر چپاں تھی یہ تصویر بلاشبہ شوگی ہی کی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ تصویر کے مطابق شوگی دراز قد اور فربہ اندام نہ تھا۔

"ناممکن ۔!" بلیک زیرو زیر لب بڑبڑایا اور شناختی کارڈ ہاتھ میں لے کر اٹھ گیا۔ "میں ایک منٹ کے لئے معذرت چاہوں گا مسٹر شوگی ۔!"

"اوہ ۔ کوئی بات نہیں۔ آپ اچھی طرح اطمینان کر لیں۔"

بلیک زیرو نے فون پر سر سلطان کے نمبر ڈائل کئے۔ کچھ دیر بعد دوسری طرف سے سر سلطان کی بارعب آواز سن کر بلیک زیرو بولا۔ "سر میں طاہر بول رہا ہوں ۔!"

"کیا بات ہے طاہر۔ اور عمران کہاں ہے ۔؟"

"وہ دو روز سے غائب ہیں جناب۔ میں خود لاعلم ہوں ۔!"

"ہوں ۔ نہ جانے یہ گدھا کس چکر میں ہے۔ تم کہو کیا بات ہے ؟"

"سر ایرونا سیکرٹ سروس کا چیف کون ہے اور اس کا مونو گرام کیا ہے؟"

"کہیں ضرورت آن پڑی۔"

"ایسی ہی ضرورت تھی۔"

"تم کن سے کہہ رہے ہو عمران سے۔!" سر سلطان کے لہجے سے خفیف سی خفگی کا احساس ہوتا تھا اور یہ واقعہ تھا کہ عمران کبھی قبل از وقت انہیں کچھ نہیں بتاتا تھا۔

چند منٹ فون پر خاموشی رہی پھر سر سلطان کی آواز سنائی دی "شوگی سربراہ ہیں اور ایک عجیب سا مونوگرام ہے طاہر... پنجے میں سنہری سانپ۔!"

"تھینک یو سر۔" بلیک زیرو نے فون بند کر دیا اور شوگی کی طرف ... شناختی کارڈ کی تو تصدیق ہو گئی اب اپنے حالات تفصیل سے بتائیں ... خاص طور سے اس راز کو ظاہر کریں کہ تصویر کے مقابلے میں آپ اس قدر کوتاہ قد کیوں کر ہیں۔؟"

"مسٹر طاہر میں دراصل ایک اسپیشل مشن پر یہاں آیا ہوا ہوں۔"

"کیسا مشن مسٹر شوگی۔؟"

"تفصیلات تو بعد میں سہی ایک بات سن لیں گابی ہمارا مشترکہ دشمن ..."

"کیا۔؟" بلیک زیرو اپنی سیٹ پر اچھلا۔ "آپ گابی کو کس طرح جانتے ..."

... شوگی کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے سگار کا ایک ... کش لگایا اور بولا۔

"مسٹر طاہر گابی ایک جرمن سائنسدان ہے۔ پچھلی جنگ کے دوران میں اس نے ایک اہم فارمولے پر کام شروع کیا تھا۔ جیسے ہی فارمولا آخری مرحلے میں داخل ہوا وہ جرمنی سے فرار ہو کر یہاں آگیا تھا۔"

"کیا آپ کی حکومت نے اسے پناہ دی تھی۔"

"ہاں۔ میری حکومت نے اسے مشروط پناہ دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اور فارمولے کی تکمیل کے لئے اخراجات برداشت کرنے کی حامی بھر لی تھی۔"

"وہ فارمولا کس قسم کا تھا مسٹر شوگی۔"

"ایک خطرناک ایجاد۔ ایک عجیب و غریب خصوصیت کی حامل شعاع جسے اس نے "گاف ریز" کا نام دیا۔"

"وہ عجیب و غریب خصوصیت کیا ہے" بلیک زیرو اب گہری دلچسپی سے اس کی باتوں کی طرف متوجہ تھا۔

"دراصل گاف ریز جب ایک مشین سے آزاد کی جاتی ہیں۔ تو وہ ایک نیلگوں دائرے میں گھومتی ہیں۔ اس دائرے کو بوقت ضرورت پھیلایا اور سکیڑا جا سکتا ہے۔"

"دائرے کے سکڑنے یا پھیلنے سے کیا کام لیا جا سکتا ہے۔؟"

"اس شعاعی دائرے کے سکڑنے سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کی ایک مثال تو میں خود تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

"جی۔" بلیک زیرو حیرت کی زیادتی سے منہ پھاڑ کر رہ گیا آپ کا

"مطلب ہے آپ کی جسامت اسی سائنسی شعبدے سے کم ہوئی ہے۔؟"

"ہاں طاہر۔ یہ اسی تباہ کن ایجاد کا نتیجہ ہے۔"

"کیا۔ کافت ریز کو کسی اور کام میں بھی لایا جاسکتا ہے ؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔ بھئی اس کا حلقہ تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو بیک وقت چوہوں جتنی جسامت میں تبدیل کرسکتا ہے۔!"

"اوہ۔ یہ فارمولا کسی تخریب پسند ملک کے ہاتھ لگ گیا تو کیا ہوگا!"

"میرا خیال ہے گابی خود ہی حکومت کرنے کی فکر میں ہے۔"

"ساری دنیا کی شہنشاہیت۔ ہونہہ!" بلیک زیرو نے حقارت سے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔ "نہ جانے عمران صاحب پر کیا گذری ہے!"

"میرا خیال ہے وہ گابی کی قید میں ہے۔؟"

"آپ اس کی قیام گاہ سے تو واقف ہوں گے۔" بلیک زیرو اچانک کسی خیال سے چونک اٹھا۔

"ہاں بھئی۔ اب جبکہ میں اس نوبت کو پہنچ گیا ہوں اور تنہا کچھ نہیں کرسکتا۔ ایسی صورت میں تمہارا ساتھ دینا ضروری ہے۔"

"لیکن مسئلہ تو عمران صاحب کا ہے مسٹر شوگی۔!"

"ان کے بارے میں فکر مت کرو۔ میں دو روز قبل ان سے مل چکا ہوں۔"

"اوہ۔ لیکن مجھے اس ملاقات کا علم نہیں۔"

"میں دراصل اسے ایک چوٹ دینا چاہتا تھا۔ بڑی خواہش تھی

کر کبھی اسے بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دوں۔ سو اس مختصر حجامت کی وجہ سے یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔"

شوگی نے سارا قصہ بڑی تفصیل سے سنا دیا اور بلیک زیرو دل کی گہرائیوں سے ہنس دیا۔

"میں ابھی عمران صاحب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" شوگی نے یہ کہکر ایک عجیب ساخت کا ننھا سا ٹرانسمیٹر کوٹ کی جیب سے برآمد کیا اور اپنی مہین آواز میں بولنے لگا۔

"ہیلو دارا جان .... ہیلو دارا جان۔" !!!



صفدر کئی دنوں سے ایک خوبصورت نوجوان کے میک اپ میں تھا۔ اس کے جسم پر عمران جیسے بھڑکیلے کلر کپڑے تھے۔ شکل صورت سے وہ خود کو انتہائی احمق پوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند دنوں سے وہ مسلسل کئی بیگمات سے اظہار عشق کر رہا تھا مزے کی بات یہ تھی کہ عشق کرنے کی یہ ڈیوٹی اس پر سرکاری طور پر عائد کی گئی تھی۔ اسے اس وقت ایکسٹو کی دماغی صحت پر شبہ ہو گیا تھا جب اس نے اسے ایک مکمل فہرست دی تھی کہ جاؤ اور ان [illegible] کرو۔ آج اس سرکاری عشق کا بخار اتارنے کے لئے وہ [illegible] جب کی [illegible] کاری قیام گاہ کے گرد چکرا رہا تھا۔ اگرچہ اس کے چہرے پر [illegible] کے وہ ڈونگرے تو نہ برس رہے تھے جن پر صرف عمران ہی کو

عبور حاصل تھا۔ تاہم وہ کسی نہ کسی طور عمران کی حماقتوں کو ہو بہو دہرانے کی سعی میں مصروف رہتا۔

عمران کی اوٹ پٹانگ حرکتوں کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کے لئے یہ ایک نادر موقع تھا اور صفدر نے اس سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد کیا تھا۔ وہ اس بات کا شدت سے قائل ہو گیا کہ ہر وقت حماقتیں کرنا بھی ایک فن ہے اور ذہنی طور پر چاق و چوبند انسان ہی کے لئے ان کا رنگ ہے ورنہ عام آدمی واقعی احمق بن کر رہ جائے۔

وزیر خارجہ صبح غیر ملکی دورے پر روانہ ہو گئے تھے۔ اس لئے صفدر نے فیصلہ کیا کہ کوئی نہ کوئی حماقت کر ہی گزرنا چاہئے۔ ورنہ حماقت کرنے کا موقعہ ڈھونڈتے نہ جانے کتنی مدت گزر جائے۔

تھوڑی دیر عمران کے مندرجہ بالا مقولے کو ذہن میں دہرانے کے بعد وہ گھومتا ہوا قیام گاہ کے پھاٹک کے قریب پہنچ گیا۔

سلاخدار پھاٹک بند تھا اور اندر ایک رائفل بردار سپاہی گھوم رہا تھا۔

صفدر کو دیکھ کر سپاہی رک گیا اور ہاتھ ہلا کر غرایا۔

"بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

"ادھر آؤ۔" صفدر نے لاپرواہی سے ہاتھ کا اشارہ کر کے اسے بلایا۔ سپاہی سلاخدار پھاٹک کے ادھر کھڑا ہو گیا اور بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کیا بات ہے۔؟"

"یہ کارڈ اندر پہنچا دو۔ خیال رہے کہ یہ کارڈ بیگم صاحبہ کے ہاتھوں تک پہنچ جائے۔" صفدر نے عمران کا ڈمپ والا کارڈ نکال کر سے پکڑا دیا۔

"گک .... کیا ....؟" سپاہی گڑبڑا گیا۔

صفدر دیکھنے میں آوارہ گرد سا نوجوان دکھائی دیتا تھا۔ ظاہر ہے ایسے آدمی کا بیگم خارجہ سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔!"

سپاہی نے حیرت سے دیدے پھاڑ کر صفدر کا سرسری جائزہ لیا۔ اس نے زندگی میں کبھی ایسا شہزادہ نہیں دیکھا تھا۔ جو کپڑوں کے معاملے میں اسقدر رنگیلا واقع ہوا ہو۔ یا پھر شہر سے تین میل پیدل چل کر آیا ہو۔

سپاہی اپنی جگہ درست تھا کیونکہ اس نے صفدر کو پیدل ہی آتے دیکھا تھا۔ دراصل صفدر نے اس بات کا خیال ہی نہیں رکھا وہ ان دنوں موٹر سائیکل استعمال کر رہا تھا۔

سپاہی نے اپنے الجھے ذہن سے کارڈ کیبن میں بیٹھے ہوئے دوسرے سپاہی کے حوالے کیا اور اسے کچھ سمجھا کر اندر بھیج دیا

چند لمحوں بعد صفدر ایک آرام دہ صوفہ پہ بیٹھا ہوڈرائنگ روم کی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بیگم خارجہ فریدہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ فریدہ ملک کی حسین ترین اور فیشن ایبل بیگمات میں سے ایک

تھی۔ ابھی نوعمر ہی تھی۔ صفدر اسے دو ایک سرکاری تقریبوں میں دیکھ چکا تھا وہ واقعی قدرت کا حسین ترین شاہکار تھی۔

بیگم پسندیدہ کو دیکھ کر صفدر بری طرح چونکا۔ واقعی اس کی حماقت رنگ لے آئی تھی۔ آنے والی نے اگرچہ فریدہ کا میک اپ بڑی صفائی سے کر رکھا تھا لیکن وہ صفدر کی باریک بین نگاہوں سے بچ نہ سکی۔

صفدر اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھا رہا۔ وہ اسکی پذیرائی تک کے لئے نہیں اٹھا۔ البتہ اس کے چہرے پر حماقتوں کی تہیں کچھ اور دبیز ہو گئیں۔ بیگم فریدہ بڑی پروقار چال چلتی اس کے سامنے آ کر رک گئی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس نے نہ صفدر کو اجنبی سمجھ کر اجنبیت کا اظہار کیا اور نہ ہی یگانگت کا کوئی تاثر پیش کیا۔

بیگم فریدہ خاموشی سے کھڑی رہی۔ صفدر سمجھ گیا کہ وہ چاہتی ہے کہ گفتگو کی ابتدا اسی کی طرف سے ہو۔ وہ دل ہی دل میں مسکرایا اور منہ پھلا کر بولا۔

"آج ہم اپنا قصور معلوم کر کے رہیں گے فریدہ۔!"

"ج... جی....!" بیگم فریدہ کے لہجے سے قدرے حیرت کا تاثر محسوس ہوا۔ شاید وہ صفدر سے اس قدر بے باک گفتگو کی توقع نہ کر رہی تھی۔

"ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ہماری محبت آپکے دل سے بالکل فنا ہو گئی ہے؟"

"آپ نہ جانے کیوں ایسی باتیں کیا کرتے ہیں۔"

"پھر آج ساحل پر نہ آنے کی وجہ۔ ہم کئی گھنٹے انتظار کرنے کے بعد یہاں آئے ہیں۔"

"اوہ پرنس۔ دراصل میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے میں معذرت چاہتی ہوں کہ آپ کو انتظار کی کوفت اٹھانا پڑی۔"

"انتظار تو ہمارا مقدر ہو چکا ہے۔۔!" صفدر کی آواز اس مرتبہ بھرا گئی اور دوسرے ہی لمحے اس کے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ جنہیں دیکھ کر بیگم فریدہ سراسیمہ ہو گئی۔

"ہم آج ہی اپنی ریاست لوٹ جائیں گے۔ ہم ہمیشہ کے لئے جا رہے ہیں۔ فریدہ۔ ہمیں پہلے سے ہی معلوم تھا کہ ہمارے ساتھ مذاق ہو رہا ہے۔!"

"ارے آپ کی یہ عادت نہ گئی۔ اب طبیعت سنبھلی ہوئی ہے۔ چلئے میں شام کو ضرور آجاؤں گی۔" اس مرتبہ فریدہ کا لہجہ سراسیمگی سے پاک اور بڑی حد تک بے باک تھا۔

"اچھا۔۔!" صفدر ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیزی سے آگے بڑھا جیسے بیگم فریدہ کو اپنی باہنوں میں سمیٹ لے گا!

بیگم فریدہ چونک کر پیچھے ہٹی اور خود ہی کھسیا کر ہنس دی صفدر نے اس کے پاؤں کی طرف پھرتی سے جھک کر ایک گرا ہوا رومال اٹھا لیا

"ہم اپنی ساحلی ہٹ میں آپ کے منتظر رہیں گے۔ خدارا اس مرتبہ انتظار کی گھڑیاں طول مت دیجیئے گا"

"ساحلی ہٹ۔۔!" بیگم فریدہ بڑبڑائی اس کی بڑبڑاہٹ اتنی واضح تھی کہ صفدر نے با آسانی سن لی۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر بیگم فریدہ کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔

اس نے اپنے اوورکوٹ سے ٹرانسمیٹر نکالا اور کال کرنے لگا۔

"آرتو کالنگ! آرتو کالنگ۔ ہلو آپریٹر، آرتو کالنگ!"

"یس سر۔۔۔ ہیڈ کوارٹر اٹینڈنگ۔۔۔"

"چیف سے کنکٹ کراؤ۔۔۔"

"یس سر۔۔۔!" آپریٹر نے سلسلہ چیف کی طرف منتقل کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کھاری سی غراہٹ سنائی دی۔ "یس آرتو۔۔۔!"

"کانگریچولیشن باس۔۔۔ مشن اوور۔۔۔"

"ویری گڈ۔۔۔ فوراً ہیڈ کوارٹر آؤ۔ میں کاپٹر روانہ کر رہا ہوں۔"

"اوکے سر۔۔۔ اوور اینڈ آل۔۔۔"

آرتو نے ٹرانسمیٹر جیب میں رکھ لیا اور دوسرے ہی لمحے اس کا گھونسہ آفیسر کی کنپٹی پر پڑا۔ آفیسر دو ایک بار جھولا پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ سب لوگ باہر لان میں نکل آئے۔

اگلے دو منٹوں کے اندر وہ کاپٹر میں بیٹھے تھے۔

ہیلی کاپٹر ان کو لے کر فضا میں اٹھ گیا۔

خاصی بلندی پر جا کر اوورکوٹ والے نے جھک کر نیچے دیکھا دفتر خارجہ کی عمارت سنسان پڑی تھی۔

اس نے بے چینی سے اپنے اوورکوٹ کے نیچے کچھ ٹٹولا! کوئی شے سیدھی کی لیکن پھر بھی ساکت رہ گئی

بیگم زبیدہ اور بندوق بردار خاموشی سے بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھیں بند تھیں جیسے وہ گرد و پیش سے غافل ہوں۔"

سیلی کاپٹر تیزی سے پرواز کرتا رہا



اس وقت رات کے دو بجے کا عمل رہا ہوگا۔ تنویر اور جولیا بے خبر سو رہے تھے۔ سو تو عمران بھی رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں اس کی آنکھ کھل گئی۔ شاید وجدانی حس نے ذہن میں کسی خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ ایسے موقعے پر اس سے سنجیدگی کی توقع کون کر سکتا تھا ۔۔۔؟

اس وقت بھی یہی ہوا۔ عمران نے حلق پھاڑ پھاڑ کر سلیمان کو آوازیں دینی شروع کر دیں ۔۔۔!

اس کے چلانے سے جولیا اور تنویر کی آنکھ کھل گئی۔ تنویر نے گھڑی پر وقت دیکھا اور غرایا۔

"تمہیں اس وقت شور مچاتے ہوئے شرم آنا چاہئے!"

"کیوں؟ کیا یہ وقت شرم آنے کے لئے مخصوص ہے۔ اگر ایسا ہے تو آؤ جولی مل کر شرما جائیں ۔۔۔!"

"بکواس ۔۔۔!" تنویر حلق کے بل چیخ اٹھا۔

"ملاحظہ فرمایا آپ نے کتنی خاموشی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔"
عمران نے تنویر کی طرف اشارہ کر کے جولیا کو بتایا۔
"یار خدا کے لیے آرام کرنے دو ۔" تنویر نے جھلا کر کروٹ
بدلی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔
"تم لوگوں کے آرام کا وقت ختم ہو چکا ہے اسلئے اٹھنے کے لئے
تیار ہو جاؤ ۔" ایک سخت اور تحکمانہ آواز گونج رہی تھی۔ آواز کے
بند ہوتے ہی فرش نیچے دھنسنے لگا
تقریباً پانچ منٹ بعد فرش ایک جھٹکے سے رک گیا اور کمرے
کا ایک بغلی دروازہ خود کھل گیا۔ اس دروازے کے فریم میں
ایک کریہہ المنظر آدمی ریوالور لئے کھڑا تھا۔
"چلو اٹھو ۔" بدصورت آدمی غرایا۔
"بس ...... بس ...... سلام علیکم صاحب" عمران نے بوکھلا کر
اسے سلام کیا اور تنویر کو ایسی نگاہوں سے دیکھنے لگا جیسے معلوم کر رہا
ہو کہ دو بجے رات جو شرم آتی ہے وہ یہی ہے یا کوئی اور؟ ظاہر ہے
اب تنویر نے کیا جواب دیا ہو گا۔ اس نے خون کے گھونٹ پی کر دیتہ
پھیر لیا۔
ریوالور والے نے اپنے الفاظ مزید سرد لہجے میں دوہرائے
اور وہ اس کے آگے آگے مختلف کمروں سے گذرنے کے بعد ایک
وسیع و عریض لیبارٹری میں داخل ہو گئے جسے وہ سکرین پر

دیکھ چکے تھے۔

کالی ایک بڑی سی مشین کے کنٹرول بورڈ کے قریب کھڑا تھا۔ انھیں اس مشین کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی کیونکہ یہ وہی مشین تھی جس نے دیو قامت گوریلے کو ننھا منا سا بنا دیا تھا۔

عمران نے کالی کو دیکھ کر دھولی پاش پاش کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ریوالور والے نے اسے ایک شیشے کے کیبن کی طرف دھکیل دیا۔ جولیا اور تنویر بھی اس کے پیچھے ہی وہاں پہنچ گئے۔

کابن کا دروازہ بند ہو گیا اور کالی کی بھاری سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"تم سب کے لیے یہ آخری موقع ہے کہ ایکسٹو کے بارے میں بتا دو ورنہ انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"تمہیں غلط فہمی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں جانتا۔" تنویر نے سنجیدگی سے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

جولیا نے عمران کی طرف دیکھا لیکن وہ تو کالی کو یوں گھورنے میں مصروف تھا جیسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ رہا ہو۔

"ہوں۔" کالی غرایا اور معنی خیز نگاہوں سے مشین کو گھورنے لگا پھر آہستہ آہستہ بڑے ڈرامائی انداز میں اس کا ہاتھ اسٹارٹر کی طرف بڑھا۔ ڈائل کی روشن لکیر جیسے ریڈ پر رکی۔ کالی نے اسٹارٹر دبا دیا۔ ایک جھماکہ ہوا اور شیشے کے کیبن میں ان سب کے گرد ایک نیلگوں

دائرہ بن گیا۔ جولیا اور تنویر نے گھبرا کر عمران کی طرف دیکھا جو بڑے اطمینان سے کھڑا تھا۔ فوراً ان کے ذہن میں وہ پراسرار گفتگو گونج گئی جو عمران نے اس عجیب و غریب ٹرانسمیٹر پر کسی خفیہ زبان میں کی تھی۔

دائرے کا گھیرا لمحہ بہ لمحہ کم ہو رہا تھا۔ نیلگوں دائرہ ان کے جسموں سے پانچ انچ کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ انھیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے ان کے جسم لوہے کے شکنجے میں جکڑ گئے ہوں۔

جولیا اور تنویر لمحہ بہ لمحہ اپنے پراسرار چیف کی آمد کے منتظر تھے اب مایوس ہونے لگے۔ ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ نیلگوں دائرہ لمحہ بہ لمحہ اپنا حصار ان کے گرد کم کر رہا تھا۔

عمران نے دو ایک بار غیر ارادی طور پر دائرے کی کشش سے نکل پڑنے کی کوشش کی۔ لیکن اُسے محسوس ہو گیا کہ اپنی مرضی سے وہ انگلی تک ہلانے سے معذور ہے۔

نیلگوں دائرے کی گرفت کچھ اور مضبوط ہو گئی۔

اچانک جولیا کی آنکھیں پھٹ پھٹ گئیں اور وہ بے ہوش ہو گئی تو دائرے کی کشش نے اسے فرش پر بھی گرنے نہ دیا۔

دائرے کی گرفت کچھ اور بڑھ گئی۔

اب ان کے جسم بُری طرح تڑپنے لگے جیسے نس نس میں بجلیاں بھر گئی ہوں ۔۔۔۔ بجلیاں کوندرہی تھیں ۔۔۔ دائرہ اپنا محیط کم کر رہا تھا۔!

عمران نے اپنے لرزتے ہوئے جسم پر قابو پانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔۔۔!

اچانک لیبارٹری کا دروازہ کھلتا دکھائی دیا۔ عمران نے اپنے اعصاب پر قابو رکھنے کے لئے اپنی تمام تر قوت صرف کر دی۔ اس نے دیکھا کہ دروازے سے ایک اوورکوٹ پہنے شخص اندر داخل ہوا۔ اس کی بغل میں ایک بریف کیس تھا اور ساتھ میں بیگم فسرید؟ اور بغل بردار سپاہی تھا۔

اوورکوٹ والے کو دیکھتے ہی گابل خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے خوشی سے بے قابو ہو کر کہا۔

"آرنو! میں تم سے بہت خوش ہوں۔۔ بہت خوش...... اس وقت یہاں کی سیکرٹ سروس کے تین اہم ایجنٹ بھی یہاں موجود ہیں اور عنقریب میں تمہیں تین تحفے پیش کروں گا ہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ ہاہا۔۔۔!"

گابل کے قہقہے حلق سے آزاد ہوتے ہوتے اچانک رک گئے۔ آرنو کے اوورکوٹ سے ایک خنجر نکلی اور گابل کے سینے سے ٹکرائی پھر ایک زوردار گولی ... گابل لڑکھڑاتا ہوا ... کی ... گیا۔ لیکن دوسرے ... ان کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ ایک شیاما ادی ... کے قریب کھڑا تھا۔ گابل نے چونک کر دیکھا۔ کائنات میں عمران ... کے گرد دائرہ مکمل ہو چکا تھا۔

اور کوٹ والا جسے آرنو کہہ کر پکارا جا رہا تھا اتنی دیر میں بیگم فریدہ اور بندوق بردار سپاہی سے نپٹ چکا تھا۔

"آرنو ۔۔۔ !" گاگی کا لہجہ تحیر اور غیر یقینی جذبات سے منتشر تھا۔

"آرنو نہیں ۔۔۔۔ ایکسو ۔۔۔ !" اور کوٹ والے نے اپنا فیلٹ ہیٹ پیشانی پر اونچا کر دیا۔

عمران نے نعرہ "ایکسٹو" بلند کیا اور دائرے کے اندر ہی تنویر کا بوسہ لے لیا۔ دائرہ ساکت ہوتے ہی ان کی جسمانی طاقت لوٹ آئی تھی۔ تنویر تو اس وقت اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ عمران کے اس اظہار محبت پر بھی ہنس ہی کر رہ گیا۔ اچانک جولیا لہرا کر فرش پر گر گئی۔ عمران اور تنویر فی الفور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

"بیلڈن دا سر شاخیں ہو گیا ۔۔۔ !"

عمران نے ایک ہی چھلانگ میں کانچ کا آٹومیٹک دروازہ پار کر لیا۔ عین اسی وقت کھل رہا تھا۔ تنویر جولیا پر جھک گیا اور اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگا۔

اچانک گاگی نے چھلانگ لگائی۔ عین اسی وقت عمران نے جھک کر فرش پر پڑا ہوا جیسے کہ وہ چھت کو پکڑنا چاہتا تھا ۔۔۔ لیکن گاگی ایک خلا میں سے اندر گھس چکا تھا۔ یہ خلا اس کے چھلانگ لگانے کے بعد پیدا ہوا تھا۔

"نہیں ۔۔۔۔ دادا جان ۔۔۔ !" دیو ہیکل مشین پر بیٹھے ہوئے

شوگی کی آواز سنائی دی اور عمران رک کر اسے دیکھنے لگا

"مگر ــــ پپ ــــ پرنا صاحب وہ تو نکلا جا رہا ہے"

"وہ کہیں نہیں جا سکتا" شوگی کو دل کی بھڑاس نکال لینے دو۔" ایکسٹو کی سرد آواز نے عمران کے بڑھتے ہوئے قدم بالکل ہی روک دیئے۔

"لو دیکھو ـــ وہ کہیں نہیں جا سکتا" شوگی نے یہ کہہ کر ایک کر ایک بٹن دبا دیا اور سامنے ویژن پر گابی دکھائی دینے لگا

گابی بلنٹ بھاگا جا رہا تھا۔ بھاگتے بھاگتے وہ ایک کمرے میں گھس گیا۔ اچانک ان لوگوں نے گابی کو ایک عجیب ساخت کی الماری کے قریب رکتے دیکھا۔ الماری کے پٹ کھل گئے اور گابی کوئی چیز اٹھانے کے لئے جھکا۔ اس کے جھکتے ہی فضا میں ایک زوردار چھناکا ہوا اور وہ کئی فٹ اچھل کر زمین پر گر گیا۔ عمران نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا گابی کے گرد نیلگوں دائرہ سا موجود تھا۔ ایک لمحے بعد ان سب نے دائرے کی ایک اور خصوصیت دیکھی۔ دائرہ آہستہ آہستہ اسی راستے پر واپس چل رہا تھا۔ جس سے گابی بھاگ کر گیا تھا۔ دائرہ چل رہا تھا اور گابی پڑا ہوا ...... چلتا دائرے کے ساتھ ساتھ گھسٹا آ رہا تھا۔

تنویر جولیا کو ہوش میں لے آیا تھا اور جولیا ایکس ٹو کو دیکھے جا رہی تھی۔ مدتوں بعد اس کی دلی آرزو پوری ہوئی تھی۔ اس لئے

ایکسٹو کو دیکھ لیا لیکن ایکسٹو کے ایک ہی فقرے نے اس کی خوشی پر پانی پھیر دیا

"مجھے افسوس ہے جولیا! تم اس وقت بھی مجھے دوہرے میک اپ میں دیکھ رہی ہو۔"

یہ سن کر جولیا کا منہ لٹک گیا۔ تنویر اس وقت تک نقلی بیگم فریدہ اور باورچی آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ چکا تھا۔ اچانک باہر سے وزنی بوٹوں کی ایڑیاں بجنے کا شور بلند ہوا اور ایکسٹو نے کہا

"اس کیپسول کو اب ختم کر دو شوگی۔ ملٹری نے عمارت گھیر لی ہے۔"

عین اسی وقت گاگی نیلے دائرے کے حلقے میں تڑپتا ہوا لیبارٹری میں پہنچ گیا۔ شوگی نے اچانک ایک سوئچ آف کر دیا۔ دائرہ جہاں کا تہاں رک گیا۔

"لوسٹنے! اب اپنے انتظار کا نمونہ بھی ملاحظہ کر لو" شوگی کے لہجے میں درندگی تھی۔ اس سے پہلے کہ گاگی اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا شوگی نے وہیل کو گردش دے کر دائرے کے سمٹنے کی رفتار تیز کر دی۔

دائرہ تیزی سے سمٹتا اور گاگی کا گرانڈیل جسم بھی اسی تیزی سے مختصر ہوتا چلا گیا۔ ایک لمحے کے لئے گاگی کا جسم ربڑ کے پتلے کی مانند دکھائی دیا پھر دوسرے ہی لمحے وہ ہڈیوں سمیت ذرا سی دھوئیں کی لکیر بن کر رہ گیا اور گاگی کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ نیلگوں دائرہ تیزی سے سمٹ کر ایک ننھی سی گولی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ گاگی کے ربڑ کے پیس میں مل گئیں اور

سنڈیل کی دیو ہیکل مشین موم کی طرح پگھل کر بہہ گئی۔"

عمران نے لپک کر شوگی کو گود میں لے لیا۔ جواباً شوگی بھی عمران سے لپٹ گیا۔ عمران اسے پچکار پچکار کر کہنے لگا "اے میرے نپولین کس قدر ہونہار سٹ پوتے تم دودھ میں پانی ملاؤ ——— آئی ایم سوری دودھ میں نہاؤ اور پتروں میں کھیلو —!"

"کچھ الٹا ہو گئے دادا جان" شوگی منہ میں سگار لیکر بولا

"خاموش نا خلف بڑوں کے منہ لگتا ہے" ایکسٹو کا قہقہہ خاصا جاندار تھا۔ ایکسٹو کو ہنستے دیکھ کر... جولیا یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ عمران اگر چاہے تو چٹانوں کو بھی قہقہے لگانے پر مجبور کر سکتا ہے۔

اگلے دن جولیا کے فلیٹ پر تمام ممبر جمع تھے۔ اگرچہ کیس کے بارے میں بہت سی باتوں کا علم انہیں جولیا سے ہو چکا تھا تاہم کئی باتیں صیغہ راز میں تھیں۔ ٹھیک وقت پر ایکسٹو کی آواز ٹرانسمیٹر پر سنائی دی۔

"یہ کیس درحقیقت اتفاقاً ہمارے سامنے آیا۔ اس کیس کی کہانی عمران کے اشتہار سے شروع ہوتی ہے۔ اشتہار کی اشاعت کے بعد عمران نے اپنی شرارت کا آغاز تھیاٹن کے گھر سے کیا۔ تھیا اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کی ٹوہ میں ہے۔ اس نے اپنی شرارت جاری رکھی۔ اسی دوران میں اسے ایرونا گورنمنٹ کی طرف سے آنے والا پیغام ملا جس میں ایک جدید ترین سائنسدان گالی کا ذکر تھا۔ گالی گالا ... کا شائق تھا اور اپنی اس تخلیق پر بے حد درجہ نازاں تھا۔ اس نے ایرونا کی پناہ میں

حکومت کے احکامات پر فارمولا مکمل کیا اور پھر وہ غیر پسند ممالک سے ساز باز بھی جاری رکھی ۔ فارمولا مکمل ہوتے ہی گابی کو منگوشیا کی طرف سے اُڑ جانا اور وہ ہمارے ملک میں پہنچ گیا۔ یہاں سے اسے فائل نمبر ۲۱۴ اڑانا تھی ۔ گابی کے مشن میں میری دخل اندازی کے بارے میں اسے پہلے سے ہی مطلع کر دیا گیا تھا لہذا گابی نے حفاظت کے لئے ایک پورا ناٹک ہے یہ عہد کر بیٹھا کہ اگر وہ مجھے منگوشیا حکومت کے حوالے نہ کر سکا تو حکومت کے کاغذات ضرور اسے دے گا۔ لیکن اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ وہ آخر تک مجھے تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ فائل نمبر ۲۱۴ میں ایک خفیہ معاہدہ تھا جس کا افشا منگوشیا کے لئے بہت مضر تھا۔ مجھے منگوشیا کی طرف سے پہلے ہی خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے ابتدا ہی سے فائل کی دو کاپیاں تیار کرائی تھیں جن میں سے اصل خارجہ کے ریکارڈ روم میں تھی اور نقل فیاض کے محکمے کی تحویل میں۔ بعد میں نقلی فائل کو واپس خارجہ کے ریکارڈ روم میں طلب کیا گیا اور اصل فائل کو ہٹا دیا گیا۔ اس وقت تک مجرم میری نگاہ سے دور رہے۔ عمران نے ان کا سراغ لگا لیا لیکن چپ لیا۔ اور تنویر کو رہا کراتے کراتے وہ خود بھی گابی کے چنگل میں پھنس گیا۔ عمران درحقیقت گابی کی اصلیت سے ناواقف تھا۔ اچانک مجھے نئی سوجھی میں نے صفدر کو عمران کی شرارت جاری رکھنے کا حکم دیا۔ اس طرح بیگم فریدہ کے نقلی ہونے کا راز کھلا۔ اور ساحلی ہٹ میں گابی کا ایک معتمد آدمی آرلو میرے ہاتھ لگا۔ وہیں میں

نے میک اپ میں اس کی جگہ لے لی اور خارجہ کے ریکارڈ روم سے فائل غائب کرنے تک بیگم فریدہ کے ساتھ رہا۔ بعد کے حالات سے آپ سب واقف ہی ہیں ۔۔ کوئی سوال ۔ ؟ "

"سر اصلی بیگم فریدہ کہاں ہیں ۔ ؟" جولیا بولی

"اسے سنگ ہی کی لیبارٹری سے برآمد کر لیا گیا ہے ۔ "

"کیا مسٹر سونگ واپس جا چکے ہیں ۔ ؟ "

"نہیں ۔ وہ مستقل طور پر یہاں رہنے کا فیصلہ کر چکا ہے ۔"

"اوہ ۔ کیا انہیں سیکرٹ سروس میں شامل کر لیا گیا ہے ۔ ؟"

"نہیں جولیا ۔ سر دست اس پر غور کیا جا رہا ہے ۔ "

"سر سنگ ہی کی لیبارٹری بھی کیا ونگٹن روڈ کی اسی کوٹھی کے نیچے واقع تھی ۔ جہاں ہمیں قید کیا گیا تھا ۔"

"نہیں وہ لیبارٹری شنگرا کے پہاڑی علاقے میں تھی وہاں تک ایک راستہ اس کوٹھی کے تہہ خانے سے بھی جاتا تھا ۔ اوکے اوور اینڈ آل" ایکسٹو کی آواز ختم ہو گئی ۔ عمران نے چونک کر سب کو دیکھا اور جولیا اس کی طرف جھپٹی ۔ "اسے چلو اب کھسکو یہاں سے ۔ "

"ہائے ابھی سے مجھے ڈگری آف سلور جوبلی اور نوبل پرائز دو میں بہت جلد تمہارے ہاتھ کالے کر دوں گا ۔ وہ میرا مطلب ہے کہ ۔" جولیا کا ہاتھ لہرایا ۔ لیکن وہ عمران کے گال پر پڑنے کے بجائے اس کے دستبردار میں پھنس گیا ۔ اور عمران نے اسے ایک جھٹکے سے مروڑ

دیا۔ جولیا چیخ اٹھی۔ "چھوڑ دو مجھے۔ کمینے، سور، ذلیل۔ درندے
۔ درندہ۔ صرف درندہ، نہیں سلور جوبلی درندہ، گھوڑا رانگ میں
سمجھ لو گا۔ اس پیشے سے تنگ۔ اتنی عورتوں سے عشق کر ڈالا اور ایک
ڈگری تک نہیں دی۔۔" یہ کہہ کر عمران نے پھاڑ سا منہ کھول کر جمائی لی۔
اور جولیا نے دوسرے ہاتھ سے پیپر ویٹ اس کے منہ میں ٹھونس دیا عمران نے
بمشکل پیپر ویٹ منہ سے نکال کر ہاتھ میں لیا اور جھک کر کورنش
بجالایا۔ جیسے جادو کے ذریعے یہ لوہے کا انڈے کے برابر گولا پیٹ
سے برآمد کیا ہو۔!!!

تمت بالخیر